ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

1

یکم تا 7 جنوری 2013ء/18 تا 24 صفر المظفر 1434ھ

نعرۂ تکبیر

فرائض نبوت سے آگاہی دینے والی جو پہلی وحی رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی' وہ سورۂ مدثر کی ابتدائی آیت تھیں: "اے کپڑا اوڑھنے والے' کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کر"۔ اس وحی نے کارِ نبوت کا اولین فریضہ یہ قرار دیا کہ اے نبی' خداوند قدوس کی عظمت و کبریائی کا نعرہ اس زور و شور سے اٹھاؤ کہ پھر بر خود غلط انسان کے لئے خدا بننے کا موقع باقی نہ رہے۔ سب کی خدائی خاک ہی میں مل جائے۔ اس حقیقت کو ہماری روایات میں اس انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے بعد "بت اوندھے منہ گر پڑے' آتش کدوں کی آگ سرد پڑ گئی' کسریٰ (طاغوت) کے ایوان کے کنگرے ٹوٹ کر گر گئے۔" اگر مارٹن لوتھر نے پوپ کے خلاف 95 اعتراضات کی فردِ جرم عائد کی تو یہ نبوت محمدیؐ کا فیضان تھا۔ اس نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ کر یہ مہم شروع کی تھی۔

دین اسلام کا اہم رکن نماز ہے۔ نماز کا آغاز اذان سے ہوتا ہے۔ اذان میں چار مرتبہ اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر کا معنی خیز نعرہ ہر مسجد سے بلند کیا جاتا ہے۔ اذان بار بار انسان کو یاددہانی کراتی رہتی ہے کہ عظمت و کبریائی کی مستحق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ انسان اس کا بندہ ہے۔ انسان کو بندہ بن کر رہنے پر قناعت کر لینا چاہئے۔ انسان کو بھولے سے بھی علوو کبریائی' حریم الوہیت کی سرحد میں قدم نہیں رکھنا چاہئے۔ اللہ اکبر دن میں بیس مرتبہ ہر مسجد کے مینارے سے دہرایا جاتا ہے۔ عالم اسلام کے وسیع و عریض خطے میں کوئی شہر اور کوئی قریہ ایسا نہیں ہے جہاں مساجد موجود نہ ہوں' جہاں سے یہ نعرہ حق بلند نہ ہوتا ہو۔ مساجد کا جال سارے معمورۂ ارض پر پھیلا ہوا ہے۔ دن رات کے 24 گھنٹوں میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب دنیا میں کسی نہ کسی مسجد کے مینارے سے یہ صدا نہ آ رہی ہو۔ دنیا میں ہر وقت اللہ اکبر فضائے ارض میں گونجتا رہتا ہے۔ اس قدر مستقل اور دائمی اہتمام و انتظام اس قدر وسیع و عریض پیانے پر حقیقت میں یہ اِسی وحی نبوت کی صدائے بازگشت ہے کہ "اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو" ہر چہار سمت سے اللہ اکبر کی صدا سنائی دے رہی ہے۔

اللہ اکبر کے مختصر سے جملے کی تفصیل کلمہ طیبہ ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' جس میں غیر اللہ کے انکار' اللہ پر ایمان اور راہِ ہدایت کے لئے اسوہ محمدیؐ کی دعوت دی گئی ہے۔ جب تک غیر اللہ کا انکار نہ کیا جائے' اس وقت تک اللہ پر ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ اور کلمہ طیبہ کی تفصیل سارا قرآن ہے' ساری سنت ہے' ساری حیات طیبہ ہے۔ اللہ اکبر' کلمہ طیبہ اور قرآن مجید کے مابین تخم' کونپل اور بار آور درخت کا سا رشتہ ہے۔

آفاق میں پھر نعرۂ تکبیر لگا دو
طاغوت کے ایوانوں کی بنیاد ہلا دو

ماخذ ماہنامہ "تعمیر افکار"

تحریر: پروفیسر سید محمد سلیم

اس شمارے میں

انتہائی پسندیدہ قوم؟

مایا کیلنڈر اور قیامت کی پیشین گوئیاں

کراچی کیوں جل رہا ہے؟

کرسمس اور نیو ائیر

انتخابات اور دینی جماعتیں

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (II)

مذہبی جوش و جذبہ

مذہب دشمنی اور سول سوسائٹی

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورۃ یوسف

(آیات:69تا75)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ
جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿٧١﴾ قَالُوْا
نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا
سٰرِقِیْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿٧٤﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی
الظّٰلِمِیْنَ ﴿٧٥﴾

آیت ۶۹ ﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ﴾ ’’اور جب وہ آئے یوسفؑ کے پاس تو آپؑ نے اپنے بھائی کو اپنے پاس الگ بلا لیا اور اسے بتا دیا کہ میں تمہارا بھائی ہوں۔‘‘

آپؑ نے اپنے چھوٹے بھائی بن یامین کو علیحدگی میں اپنے پاس بلایا اور ان پر اپنی شناخت ظاہر کر دی کہ میں تمہارا بھائی یوسفؑ ہوں جو بچپن میں کھو گیا تھا۔

﴿فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿٦٩﴾﴾ ’’تو اب مت غمگین ہونا اُس پر جو یہ لوگ کرتے رہے ہیں۔‘‘

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بھائی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اللہ نے اس اعلیٰ مقام تک پہنچایا ہے اور ہمیں آپس میں ملا بھی دیا ہے۔ چنانچہ اب ان بڑے بھائیوں کے رویے پر تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب سختی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔

آیت ۷۰ ﴿فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ﴾ ’’پھر جب آپؑ نے ان کے لیے ان کا سامان تیار کرا دیا تو رکھ دیا پینے کا پیالہ اپنے بھائی کے سامان میں۔‘‘

یہ بادشاہ کا خصوصی جام تھا جو سونے کا بنا ہوا تھا۔

﴿ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿٧٠﴾﴾ ’’پھر ایک پکارنے والے نے پکار لگائی کہ اے قافلے والو! تم لوگ چور ہو۔‘‘

جب وہ قافلہ چل پڑا تو اسے روک لیا گیا کہ ہمارے ہاں سے کوئی چیز چوری ہوئی ہے اور ہمیں اس بارے میں تم لوگوں پر شک ہے۔

آیت ۷۱ ﴿قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿٧١﴾﴾ ’’انہوں نے پوچھا اُن کی طرف مڑ کر کہ آپ کی کیا چیز گم ہوئی ہے؟‘‘

آیت ۷۲ ﴿قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ ﴿٧٢﴾﴾ ’’انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں بادشاہ کا جامِ زرّیں نہیں مل رہا اور جو اسے لے آئے گا اسے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر غلہ دیا جائے گا‘ اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔‘‘

آیت ۷۳ ﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ﴿٧٣﴾﴾ ’’انہوں نے کہا: اللہ کی قسم آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ ہم زمین میں فساد مچانے نہیں آئے اور ہم چوری کرنے والے ہرگز نہیں ہیں۔‘‘

آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم قحط کے مارے لوگ یہاں اتنی دور سے غلہ لینے آئے ہیں‘ ہم کوئی چور ڈاکو نہیں ہیں۔ اُن کے اس فقرے اور اندازِ گفتگو میں بڑی لجاجت پائی جاتی ہے۔

آیت ۷۴ ﴿قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿٧٤﴾﴾ ’’انہوں (شاہی ملازمین) نے کہا کہ پھر اس (چور) کی کیا سزا ہو گی اگر تم لوگ جھوٹے ہوئے؟‘‘

یعنی اگر تم لوگ اپنے اس دعوے میں جھوٹے نکلے اور تم میں سے ہی کوئی شخص چور ہوا تو پھر اس شخص کی کیا سزا ہونی چاہیے؟

یت ۷۵ ﴿قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿٧٥﴾﴾ ’’انہوں نے کہا کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے سامان میں وہ (جامِ زرّیں) پایا جائے وہ خود ہی اس کا بدلہ ہو گا۔ ہم تو اسی طریقے سے ظالموں کو سزا دیا کرتے ہیں۔‘‘

انہوں نے کہا کہ ہاں اگر ایسا ہوا تو پھر جس کے سامان میں سے آپ کا جام نکل آئے‘ سزا کے طور پر آپ لوگ اسے اپنے پاس رکھ لیں‘ وہ آپ کا غلام بن جائے گا۔ ہمارے ہاں تو (شریعتِ ابراہیمی کی رو سے) چوری کے جرم کی یہی سزا رائج ہے۔

ادا ریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتہائی پسندیدہ قوم؟

پاکستان یکم جنوری 2013ء سے بھارت کو M.F.N (Most Favourite Nation) یعنی سب سے زیادہ پسندیدہ ملک قرار دے دے گا۔ یہ حیثیت بھارت پاکستان کو 1996ء یعنی سترہ سال پہلے دے چکا ہے۔ اس معاہدے کے حوالے سے ظاہراً ایک قوی دلیل سامنے آتی ہے کہ جب بھارت پاکستان کو یہ درجہ یا سٹیٹس دیتا ہے تو پاکستان بھی بھارت کو یہ درجہ کیوں نہ دے۔ اس دلیل کے بارے میں بعد میں کچھ عرض کیا جائے گا۔ یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ یہ حیثیت یا درجہ صرف باہمی تجارت تک محدود ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے مختلف طبقات اس حوالہ سے منقسم ہیں۔ تاجر اس معاہدے کو بہت فائدہ مند گردانتے ہیں۔ زراعت سے منسلک لوگ اسے پاکستان کی زراعت اور کسان کے لیے موت کا پروانہ قرار دیتے ہیں اور صنعت کار بھی اسے ملکی صنعت کے لیے ضرر رساں سمجھتے ہیں۔ عوامی اور سیاسی سطح پر لوگوں کی عظیم اکثریت چونکہ بھارت کو پاکستان کا پیدائشی اور ازلی دشمن سمجھتی ہے لہٰذا وہ بھی اسے ناپسندیدہ قرار دیتی ہے، خصوصاً مذہب کی طرف رجحان رکھنے والے لوگ جنہیں معروف اصطلاح میں اسلام پسند کہا جاتا ہے' وہ اسے پاکستان کی اکانومی کے خلاف سازش قرار دیتے ہیں جبکہ سیکولر طبقہ بھارت کے ساتھ ہر سطح پر گھل مل جانے کو باعث سعادت سمجھتا ہے۔

پاکستان میں زراعت سے منسلک لوگ چونکہ اس معاہدے کے سخت ترین مخالف ہیں' لہٰذا ہم سب سے پہلے ان کے موقف کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ بھارت کی حکومت اپنے کسانوں کو 66 بلین کی سبسڈی دیتی ہے' جبکہ پاکستان کی کل GDP 210 بلین ہے۔ بھارت میں یوریا کی بوری 610 روپے میں دستیاب ہے جبکہ پاکستان میں 1800 روپے میں ملتی ہے۔ بھارت میں ڈیزل 85 روپے لیٹر ہے جبکہ پاکستان میں 115 روپے کے آس پاس ہے۔ بھارت اپنے بہت سے علاقوں میں کسانوں کو مفت بجلی اور بیج فراہم کرتا ہے جبکہ پاکستان میں اول تو بجلی غائب ہے' لیکن جتنی ملتی ہے وہ بہت مہنگی ہے۔ بھارت میں درآمدی ڈیوٹی 34% ہے جبکہ پاکستان میں 17% ہے۔ پاکستان میں زراعت پر بھی 16% جنرل سیلز ٹیکس عائد ہے۔ اصل چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ پاکستان کو بھارت کی طرف سے 1996ء سے M.F.N کا درجہ ملا ہوا ہے۔ تب بھی پاکستان کی بھارت کو برآمدات 332 ملین ڈالر سے بڑھ نہیں سکی' جبکہ بھارت کو ابھی ہم نے M.F.N کا درجہ دینا ہے' اس سے پہلے بھارت سے پاکستان کو برآمدات 2 بلین ڈالر تک پہنچ چکی ہیں۔ M.F.N کا درجہ حاصل کرنے کے بعد پاکستان بھارت کی کتنی بڑی منڈی بنے گا' اس کا آسانی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کسان اور زمیندار کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سبسڈی' ارزاں بجلی' سستا بیج اور دوسری سہولیات کی وجہ سے بھارت کی زرعی اجناس اتنی سستی دستیاب ہوں گی کہ وہ بڑی آسانی سے پاکستان کے اناج اور پھل وغیرہ کی مارکیٹ پر قابض ہو جائے گا اور یوں پاکستان کا زمیندار مجبور ہو جائے گا کہ وہ زراعت کے پیشہ کو ترک کر دے اور پاکستان زراعت میں بھارت کا محتاج ہو کر رہ جائے گا۔ کچھ اسی نوعیت کے تحفظات صنعت کاروں کو بھی ہیں۔ وہ پہلے ہی مہنگی بجلی اور گیس کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے عالمی مارکیٹ میں مقابلے کے قابل نہیں رہے۔ بھارت کو M.F.N قرار دینے سے پاکستان کی اپنی صنعت کو تباہی و بربادی کا سامنا ہوگا۔ کچھ عرصہ سے فیصل آباد سے ٹیکسٹائل کی صنعت سے منسلک صنعت کار بجلی' گیس کی عدم دستیابی اور ملکی حالات کی وجہ سے بنگلہ دیش منتقل ہو رہے ہیں' جو پاکستان کی اکانومی کو ایک بہت بڑا دھچکا ہے۔

عوامی اور سیاسی حلقوں کا کہنا ہے کہ ہم کیسے اور کیوں اس ملک کو اپنا پسندیدہ ترین ملک قرار دے دیں جس

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

یکم تا 7 جنوری 2013ء — جلد 22
18 تا 24 صفر المظفر 1434ھ — شمارہ 1

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور- 54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور- 54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کے ہاتھ کشمیری بھائیوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں‘ جو کشمیر کی بیٹیوں کی بے حرمتی کرتا ہے‘ جو 65 سال سے کشمیریوں پر ہر نوع کا ظلم ڈھا رہا ہے۔ پھر یہ کہ وہ ہمارا پانی چوری کر کے ہماری زمینوں کو بنجر کر رہا ہے اور سیاچین میں عیاری سے ہمارے علاقے پر قابض ہو گیا ہے اور ایک عرصہ سے دنیا کا بلند ترین مقام میدانِ جنگ بنا ہوا ہے۔ جو ہر بین الاقوامی فورم پر پاکستان سے واضح دشمنی کا مظاہرہ کرتا ہے‘ جو بلوچستان میں دراندازی کر کے خون کی ہولی کھیل رہا ہے‘ جو افغانستان میں بالواسطہ افغان طالبان کی جنگِ حریت کو نقصان پہنچا رہا ہے اور افغانستان میں پاکستان کے مفادات پر کاری ضرب لگا رہا ہے۔

کسانوں‘ صنعت کاروں اور عوام کے نقطہ نظر کے برعکس پاکستان میں حکومت اور تاجر طبقہ بھارت کو M.F.N کا درجہ دینے کے لیے بے تاب ہیں۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے وہ تو اپنے اقتدار کے تحفظ کی خاطر ہر بیرونی دباؤ کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوتی ہے‘ چاہے اس سے ملک کو کتنا ہی نقصان کیوں نہ پہنچ جائے۔ اسی طرح تاجر طبقہ صرف اپنے کاروباری مفاد کو سامنے رکھ کر سوچ رہا ہے‘ جو اگرچہ مناسب نہیں لیکن ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ملک میں دہشت گردی‘ سیاسی عدم استحکام‘ لوٹ مار اور ڈاکہ زنی‘ بھتہ خوری اور سرکاری دفاتر میں رشوت اور سرخ فیتہ نے ہمارے کاروبار کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ اب ہمارے سامنے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم پڑوسی ملک بھارت سے اشیاء درآمد کر کے اپنے ملک میں فروخت کریں۔ ان کی اس نامناسب سوچ پر تبصرہ کرتے ہوئے ہمیں اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ آج کے دور میں ایک کھاتے پیتے اور سہولیات کے عادی گھرانے پر جب معاشی زوال آئے گا تو اس کے پاس کیا چوائس ہوگا جبکہ زراعت اور صنعت‘ تجارت سے بھی زیادہ برے حالات میں ہوں گے۔

حکومت کو چاہیے کہ خوابِ خرگوش سے بیدار ہو اور M.F.N فیصلے پر نظر ثانی کو کرتے ہوئے ملک کے معاشی حالات کو سدھارنے کے لیے ٹھوس اور حقیقت پسندانہ عملی اقدام اٹھائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر حکومت درج ذیل قدم اٹھائے تو کم از کم عارضی اور وقتی طور پر ہی سہی لیکن معیشت کو اب بھی سنبھالا مل سکتا ہے اور بھارت سے اوّل تو M.F.N کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہے گی‘ لیکن اگر WTO کے تحت وہ ایسا کرنے پر مجبور ہوئی بھی تو پاکستان بھی اقتصادی لحاظ سے مضبوط بنیادوں پر ہوگا پاکستان اگر بھارت کی مارکیٹ ہوگا تو بھارت پاکستان کی مارکیٹ بنے گا۔ (1) حکومتی سطح پر مالیاتی ڈسپلن بڑی سختی سے قائم کیا جائے۔ (2) حکومتی اور نیم حکومتی سطح پر سیاسی بنیادوں پر بھرتیاں ختم کی جائیں۔ (3) 8500 ارب روپے سالانہ ہونے والی کرپشن کا اگر خاتمہ ممکن نہیں تو اسے کم ترین سطح پر لایا جائے۔ (4) محصولات کی وصولی کو بڑھانے کے لیے اور لوگوں کو ٹیکس نیٹ ورک میں لانے کے لیے ترغیب و تشویق اگر ناکام ہو جائے تو انہیں آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے۔ (5) سمگلنگ کی روک تھام کے لیے انتہائی قدم اٹھائے جائیں۔

جہاں تک اس دلیل کا تعلق ہے کہ اگر بھارت نے پاکستان کو M.F.N قرار دے دیا ہے تو پاکستان کیوں ایسا نہ کرے اس کا سادہ سا جواب ہے کہ دنیا بھر کی قومیں اپنا مفاد مدنظر رکھتی ہیں۔ ملکی مفاد کے سامنے یہ مسئلہ یا یہ دلیل کوئی حیثیت نہیں رکھتی کہ دوسرے ملک کے کسی قدم کے حوالے سے لازماً اظہارِ خیر سگالی کے طور پر آپ بھی ایسا ہی قدم اٹھائیں۔ بھارت کو پاکستان کو M.F.N قرار دینے میں مالی فائدہ نظر آتا تھا‘ اس نے ایسا کر لیا۔ ہم پاکستان کے لیے اسے نقصان دہ سمجھتے ہیں‘ ہم ایسا کرنے سے انکار کر دیں۔ پھر یہ کہ پاکستان کا شروع سے یہ موقف رہا ہے کہ ہم بھارت سے اس وقت تک بلاواسطہ تجارت نہیں کریں گے جب تک کشمیر کا مسئلہ منصفانہ طور پر حل نہیں ہو جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی قوم جب اپنے بنیادی نظریہ سے ہٹ جاتی ہے تو وہ قوت کھو دیتی ہے۔ لہٰذا وہ کسی اصولی موقف پر قائم نہیں رہ سکتی اور نہ دنیا میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

پروفیسر غفور احمد کی رحلت

جماعت اسلامی کے نائب امیر بزرگ سیاستدان، نامور مذہبی و سیاسی رہنما پروفیسر غفور احمد طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی عمر 85 برس تھی۔ پروفیسر غفور احمد 26 جون 1926ء کو بھارتی ریاست یوپی کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔ 1948ء میں لکھنو یونیورسٹی سے انہوں نے کامرس میں ماسٹر کیا۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے کراچی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اُن کا شمار ملک کے اُن دینی و سیاسی رہنماؤں میں ہوتا تھا جو اپنی طبعی شرافت، خوش گفتاری اور وضع داری کے باعث معاشرہ میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ پروفیسر موصوف کی زندگی تحریک اسلامی کے قافلہ کی ہمراہی میں گزری۔ وہ درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ اسلام کے حرکی تصور کے فروغ کے لئے انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ 1970ء کے عام انتخابات میں جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ 1973ء کی آئین ساز کمیٹی کے رکن بھی رہے، اور آئین میں اسلامی دفعات کی شمولیت میں اہم کردار ادا کیا۔ 1977ء میں ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف چلائی جانے والی پی این اے کی تحریک نظام مصطفےٰ میں فعال کردار ادا کیا۔ وہ اصولوں کے پابند تھے۔ مرحوم دینی تحریکوں کے لیے قیمتی اثاثہ تھے۔ قومی اسمبلی کی رکنیت اور وزارت جیسے مناصب پر فائز رہنے کے باوجود انہوں نے درویشانہ زندگی بسر کی اور سادگی کو شعار بنایا۔ اُن کی وفات سے نہ صرف جماعت اسلامی بلکہ ملک ایک مخلص دینی رہنما سے محروم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اُن کی حسنات کو قبول فرمائے اور اُن کی سیئات سے درگزر فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مایا کیلنڈر اور قیامت کی پیشین گوئیاں

قرآن وسنت کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 21 دسمبر 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات محترم! آج 21 دسمبر 2012ء ہے۔ اس دن کا بہت سے اعتبارات خاص طور پر مایا کیلنڈر کے حوالے سے انتظار ہو رہا تھا اور آج سے کئی سال پہلے اس کا تذکرہ شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ پچھلے سال اکتوبر کے میثاق میں بھی اس موضوع پر ہمارے ساتھی ڈاکٹر حافظ محمد زبیر کا ایک جامع مضمون شائع ہوا۔ اس وقت بھی اس قسم کی چہ مگوئیاں بڑی شدت کے ساتھ جاری تھیں کہ مایا کیلنڈر کے مطابق قیامت آ رہی ہے، اور کچھ سائنس دان بھی اس قسم کے اشارے دے رہے تھے۔ آج بھی مایا کیلنڈر کے حوالے سے دنیا کے خاتمہ اور قیامت کے بارے میں بہت سے لوگ سخت فکر مند ہیں اور اس پر سوالات کر رہے ہیں، اور ٹی وی والے بھی پوچھتے ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہے اور کیسا ہے؟ چنانچہ میں نے چاہا کہ اس بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر آپ کے سامنے لے آؤں۔

مغربی مفکرین اور اسکالرز کی ایک بڑی جماعت کا یہ پُرزور اصرار ہے کہ 21 دسمبر اس دنیا کی تباہی و بربادی کا دن ہے یا کم از کم اِس دن نئے زمانے کا آغاز ہونا ہے۔ مغرب میں یہ دعویٰ کرنے والوں میں ایسے اہل علم بھی ہیں جن کا تعلق سائنس اور سائنسی علوم سے ہے۔ جبکہ دوسری طرف ان مدعیان میں ایسے مفکرین بھی موجود ہیں جو مذہب اور اہل مذہب کے نمائندے شمار ہوتے ہیں۔ مایا قوم اور تہذیب کا تعلق جنوبی امریکہ کے ملک میکسیکو سے ہے۔ یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی ہزار سال پہلے کی تہذیب ہے۔ مایا ریاضی، فلکیات اور انجینئرنگ میں انتہائی ترقی یافتہ قوم تھی اور اُس نے لانگ کاؤنٹ کیلنڈر کے نام سے ایک کیلنڈر بنایا تھا جو 5125.36 سالوں پر مشتمل ہے۔ یہ کیلنڈر 31 اگست 3114 ق م سے شروع ہو کر 21 دسمبر 2012ء پر آ کر ختم ہو جاتا ہے۔ اِس کیلنڈر کی بنیاد اجرام فلکی اور اس کی چال کے بارے میں مایا قوم کی مہارت اور معلومات تھیں۔ ان لوگوں کی تحقیق کے مطابق 21 دسمبر 2012ء کو گیارہ بج کر گیارہ منٹ پر زمین اور کہکشاں کے مراکز ایک لائن میں آ جائیں گے، جس سے کرۂ ارض پر بڑی تبدیلیاں رونما ہوں گی اور بہت بڑے تغیرات واقع ہوں گے، اور یہ دنیا وہ نہیں رہے گی جو اس سے پہلے تھی۔ ان لوگوں کو نظر نہیں آ رہا تھا کہ 21 دسمبر 2012ء کے بعد بھی دنیا کا کوئی نہ کوئی تسلسل باقی رہے گا۔ چنانچہ اِس کیلنڈر کی پیشینگوئیوں کی بنا پر بہت سے لوگوں میں دنیا کے خاتمے کا خوف پایا جاتا ہے اور وہ قیامت سے بچنے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ لیکن آج کا دن (21 دسمبر) جب گزر جائے گا تو ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ سب اٹکل پچو باتیں تھیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ امریکی خلائی تحقیق کے ادارہ ناسا نے بھی کچھ عرصہ پہلے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ 2012ء میں ایرس (Eris Plamtx) نامی سیارہ سورج کے قریب آ جائے گا، جس کی کشش کی وجہ سے سورج اپنا رُخ تبدیل کرے گا۔ ایسا ہونے سے سورج کی منفی لہریں زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی اور زمین پر شمسی طوفان آ جائے گا۔ قصہ مختصر یہ کہ بعض مذہبی طبقات بھی کہہ رہے ہیں کہ قیامت واقع ہوا چاہتی ہے اور سائنس دانوں میں سے بھی ایک طبقہ یہ کہہ رہا ہے کہ کوئی بڑے واقعات ہونے والے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کا سبب سن سپاٹس ہیں، جن کی وجہ سے سورج کے اندر نیوکلیائی فعالیت پیدا ہوتی ہے اور وہ کبھی اتنی بڑھتی ہے کہ اس کے اثرات زمین تک پہنچتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ چند مہینے پہلے بھی وہ بہت بڑھ گئی تھی، جس کی بنا پر دنیا کے بہت سے علاقوں میں جہازوں کی نقل وحرکت کو روک دیا گیا تھا۔ اس لئے کہ نیوکلیائی فعالیت کے اس حد تک بڑھ جانے سے مواصلاتی نظام ڈسرب ہو سکتا اور نتیجتاً سارا معاملہ بگڑ سکتا تھا۔ لہٰذا یہ تو ہو سکتا ہے کہ سارا مواصلاتی نظام بگڑ جائے اس وقت جس کا سارا انحصار سیٹلائٹ پر ہے، یہاں تک کہ ہمارے سیل فونز اور ویب سائٹس وغیرہ بھی اُس سے منسلک ہیں۔ آج دنیا ٹیکنالوجی کے بل پر اوج ثریا کو پہنچی ہوئی ہے، تو اس کی سب سے بڑی وجہ یہی مواصلاتی نظام ہے۔ اسی نظام کی وجہ سے امریکہ دنیا بھر کی نگرانی کر سکتا اور یہ تک معلوم کر سکتا ہے کہ دنیا میں کس جگہ کیا Activity ہو رہی ہے۔ امریکہ کی یہ ساری برتری سیٹلائٹ سے وابستہ مواصلاتی نظام کی بنا پر ہے۔ جب سورج کی تابکاری کی وجہ سے سیٹلائٹ کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا تو پھر یہ دنیا وہ نہیں رہے گی جو اس وقت دکھائی دیتی ہے بلکہ وہی گھوڑوں اور ہاتھیوں کا دور واپس آ جائے گا۔ (واللہ علم) اس بات کا امکان اپنی جگہ موجود ہے، جسے سائنس بھی تسلیم کرتی ہے۔ اسی لئے یہ پیشین گوئیاں

> ”(یہ لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کے واقع ہونے کا وقت کب ہے۔ کہہ دو کہ اس کا علم تو میرے پروردگار ہی کو ہے۔ وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کر دے گا۔“ (القرآن)

کی جارہی تھیں کہ 2012ء میں سورج کی نیوکلیائی فعالیت بہت بڑھ جائے گی۔ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک اعتبار سے مایا تہذیب والوں کی سوچ اور سائنس دانوں میں ایک طبقہ کا نقطہ نظر دونوں ایک نکتے پر متفق ہو رہے تھے۔ اسی لیے دنیا میں یہ ہلچل مچی ہوئی تھی اور یہ سمجھا جارہا تھا کہ کچھ ہونے چلا ہے اور شاید اسی کا نام قیامت ہے۔ آیئے، یہ دیکھیں کہ قیامت کے حوالے سے ہم مسلمانوں کا نقطہ نظر کیا ہے؟

قیامت ایک امر واقعہ اور ایک بہت بڑی حقیقت ہے، تاہم کوئی بھی اُس کا وقت نہیں بتا سکتا۔ کل ایک ٹی وی چینل والے مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ آپ کے خیال میں کیا کل قیامت آجائے گی۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ کوئی کہہ نہیں سکتا کہ قیامت کب آئے گی۔ یہاں تک خود حضور ﷺ نے بھی تعیین کے ساتھ اُس کا وقت نہیں بتایا۔ ہم بس اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ایک وقت آئے گا جب یہ کارخانۂ ہستی ختم ہو جائے گا۔ جیسے ہر شخص پر موت واقع ہوتی ہے اسی طرح ایک دن یہ سلسلہ حیات دنیوی بھی ختم ہو جائے گا۔ حیات کے ختم ہونے کی شکل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ زمین کا نظام درہم برہم ہو جائے، لیکن قرآن مجید کے اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ بہت دور تک جائے گا۔ جب قیامت کا موقع آئے گا تو سورج اور چاند اکٹھے ہو جائیں گے اور ایک دوسرے میں دھنس جائیں گے ۔ چاند بے نور ہو جائے گا۔ پس یہ حادثہ اس پورے نظام شمسی پر ہوگا، جس سے ہر قسم کی حیات ختم ہو جائے گی۔

یہ حادثہ (قیامت) کب ہوگا؟ اس کا علم اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔ ہمارا دین جو پیغام ہدایت لے کر آیا، اس میں مرکزی نکتہ فلسفۂ آزمائش ہے اور اس کا تعلق قیامت اور آخرت کے ساتھ ہے۔ یعنی دنیا میں انسان کو آزمائش و امتحان کے لئے بھیجا گیا ہے۔ یہ زندگی امتحانی وقفہ ہے۔ یہاں انسان کا ہر ہر عمل ریکارڈ ہو رہا ہے۔ انسان زبان سے ایک لفظ بھی نکالتا ہے تو کراماً کاتبین اس کو نوٹ کرنے کے لئے موجود ہوتے ہیں۔ ہر چیز ریکارڈ ہو رہی ہے، اور اللہ کے ہاں سب کچھ محفوظ ہے۔ وہ تو انسان کی نیتوں اور عزائم سے بھی باخبر ہے۔ وہ جب حساب لے گا تو اس کا بھی لحاظ رکھا جائے گا۔ دنیا کی زندگی کا امتحانی وقفہ بہت مختصر ہے، اگرچہ سفر حیات بہت طویل ہے۔ ایک وقت آئے گا جب دنیا کی بساط لپیٹ دی جائے گی اور دوسری بساط بچھائی جائے گی اور حساب ہوگا۔ لوگ ایک ہی جگہ میدان حشر میں کھڑے ہوں گے اور وہاں پر معلوم ہو جائے گا کہ کون واقعی صاحب عزت ہے اور کون ہے جو پوری نوع انسانی کے سامنے ذلیل و خوار ہونے والا ہے۔ اس عظیم حادثہ کو جس سے زمین کی بساط لپیٹ دی جائے گی قرآن ''الساعۃ'' کہتا ہے۔ یہ حادثہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے پہلی مرتبہ صور میں پھونکنے سے پیش آئے گا۔ اس کے لئے ''زلزلۃ الساعۃ'' کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ اس عظیم حادثہ کے لئے قرآن میں قیامت کا لفظ نہیں آیا۔ ''قیامت'' کا لفظ خود قرآن مجید میں اور عربی زبان کے اعتبار سے بھی (دوبارہ) کھڑے ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ ''قیامت'' کا لفظ اس اگلے مرحلے کے لئے آتا ہے جب اللہ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام جب دوسری مرتبہ صور میں پھونکیں گے، اور لوگ قبروں سے اُٹھ کر میدان حشر میں جمع کیے جائیں گے۔ بہرکیف ''الساعۃ'' کا ایک معین وقت ہے، مگر اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ کفار ''الساعۃ'' کے حوالے سے اعتراض کے طور پر بار بار آپؐ سے یہ سوال کیا کرتے تھے کہ وہ قیامت کب ہوگی۔ وہ زلزلہ قیامت جس سے آپ ڈرا رہے ہیں کب ہوگا؟ یہ خالص اکیڈمک سوال ہے۔ اس کا عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کی کہ انہیں بتا دیجئے کہ قیامت کا علم تو بس اللہ کے پاس ہے۔ سورۃ الاعراف میں فرمایا گیا:

آج ساری دنیا اسی بات پر ایمان رکھتی ہے کہ سب کچھ مادی اسباب و وسائل اور ٹیکنالوجی سے ہوتا ہے، لیکن کوئی یہ سوچنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ اگر ٹیکنالوجی ہی اصل قوت ہے تو پھر طالبان نے پورے عالم کفر کے متحدہ جتھے کو شکست کیسے دے دی

﴿ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ﴾

''(یہ لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کے واقع ہونے کا وقت کب ہے۔ کہہ دو کہ اس کا علم تو میرے پروردگار ہی کو ہے۔ وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کر دے گا۔''

یعنی قیامت کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا یہ کب آئے گی، لیکن یہ شدنی ہے اور آ کر رہے گی۔ تمہارے لئے اصل توجہ طلب بات یہ ہے کہ اپنے انجام کی فکر کرو۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جیسے تم روزانہ سو جاتے ہو اور پھر صبح کو اٹھتے ہو، اسی طرح ایک روز تم موت کی نیند سو جاؤ گے اور پھر تمہاری آنکھ میدان حشر میں کھلے گی۔ قیامت کا دن آ کر رہے گا۔ تمام آسمانی ہدایت کا مرکزی نکتہ یہی ہے۔ اور قیامت برپا کرنے کی قوت اور اختیار بھی صرف ایک اللہ کے پاس ہے، اور اس کا علم بھی اُسی مالک کائنات کو ہے۔ نہ اس کا برپا کرنا کسی اور کے اختیار میں ہے، اور نہ اس کے وقت کا حتمی علم کسی کو دیا گیا ہے۔

آگے فرمایا:

﴿ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ﴾

''وہ آسمان اور زمین میں ایک بھاری بات ہوگی اور ناگہاں تم پر آ جائے گی۔''

یعنی ''الساعۃ'' ایک بہت بھاری حادثہ ہوگا۔ یہ چھوٹی بات نہیں ہے جس کو یہ کفار مذاق میں اور اس قسم کے بے معنی سوالات کی شکل میں ٹال رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے وہ بہت بھاری شے ہے۔ ان الفاظ سے ایک تاثر یہ بھی ملتا ہے کہ گویا قیامت آیا چاہتی ہے، زمین و آسمان اس کے بوجھ سے دبے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو روکا ہوا ہے۔ جیسے بھاری بادل آتے ہیں برسنے کے لئے اور ایک خاص وقت میں برسنا شروع ہو جاتے ہیں، اسی طرح یہ قیامت ہمارے سر پر مسلط ہے۔ کسی بھی لمحے اللہ اس کو چھوڑ دے گا اور وہ دنیا پر نازل ہو جائے گی اور یہ حادثہ عظیم اچانک پیش آجائے گا۔

﴿ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (۱۸۷) ﴾

''یہ تم سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا تم اس سے بخوبی واقف ہو۔ کہو کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔''

کفار کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ ''الساعۃ'' کے وقت کے بارے میں آپؐ سے یوں سوال کر رہے ہیں جیسے آپؐ اس کی تحقیقات میں لگے ہوئے ہوں۔ آپ کا کام ہی یہ ہو کہ یہ تحقیق کر کے ان کو بتائیں کہ قیامت کی تاریخ کون سی ہے اور یہ اور کب آئے گی۔

حالانکہ یہ کوئی ایشو ہی نہیں ہے۔سیدھی سی بات ہے، آپ ان کو بتا دیجئے کہ قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔یہی بات سورۃ النازعات کے آخری حصے میں بھی آئی ہے۔وہاں فرمایا:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا (۴۲) فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا (۴۳) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا (۴۴) اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا (۴۵)﴾

”(اے پیغمبر ؐ لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ سو تم اس کے ذکر سے کس فکر میں ہو، اس کا منتہا (یعنی واقع ہونے کا وقت) تمہارے پروردگار ہی کو (معلوم) ہے۔ جو شخص اس سے ڈر رکھتا ہے تم تو اسی کو ڈر سنانے والے ہو۔“

یعنی اے نبی یہ بتانا کہ قیامت فلاں تاریخ کو آئے گی، ایک نان ایشو ہے۔آپ کا کام یہ نہیں ہے کہ انہیں اس کی تاریخ بتائیں۔آپ کا کام یہ ہے کہ انہیں قیامت سے ڈرائیں۔ انہیں یہ بتائیں کہ وہ وقت بہر حال آئے گا اور تمہیں اس کی تیاری کرنی اور اس بات کی فکر کرنی ہے کہ اس دن اللہ کے عذاب سے بچنے کا راستہ کون سا ہے۔آپ کا کام تو یہ ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ کب آئے گی تو اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔کوئی اور اس کا جواب نہیں دے سکتا۔آپ تو بس خبردار کرنے والے ہیں ہر اس شخص کو جو ڈر جائے اور ان حقائق کو سن کر کانپ اٹھے اور اپنے معاملے کو درست کرنے پر آمادہ ہو۔آپ اپنا کام کیجئے، انہیں خبر دار کرتے رہیے۔

آگے فرمایا:

﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا (۴۶)﴾

”جب وہ اس کو دیکھیں گے (تو ایسا خیال کریں گے) کہ گویا (دنیا میں صرف) ایک شام یا صبح رہے تھے۔“

یعنی جس قیامت کے وقت کے بارے میں یہ اتنے بے چین ہو رہے ہیں، حقیقت میں یہ اس سے غافل ہیں۔ان کی آنکھ تب کھلے گی جب وہ قیامت آجائے گی۔تب یہ محسوس کریں گے کہ ہم نے دنیا میں جو وقت بھی گزارا تھا وہ تو بس رات کا کچھ حصہ تھا یا دن کا کچھ وقت۔اس سے زیادہ وقت ہم نے دنیا میں نہیں گزارا، اور اصل زندگی تو اب شروع ہوئی ہے۔ یہ حقیقت ان پر اس وقت کھل جائے گی، لیکن تب انہیں اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔یہ ہے ”الساعۃ“ کے بارے میں قرآن مجید کا اٹل موقف۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے علامات قیامت کا تذکرہ بڑی وضاحت سے فرمایا ہے۔احادیث میں ایسی بہت سی نشانیوں کا تذکرہ ملتا ہے جو قرب قیامت ظہور پذیر ہوں گی۔اس اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابھی قیامت میں شاید کچھ دیر ہے۔اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ جب چاہے قیامت لے آئے، لیکن اِس کا جو ٹائم ٹیبل احادیث مبارکہ کے حوالے سے ہمارے سامنے آتا ہے، اس کے مطابق ابھی کچھ بڑے واقعات ہونے ہیں جو ابھی ظہور پذیر نہیں ہوئے۔احادیث مبارکہ میں قیامت کی جو چھوٹی نشانیاں آئی ہیں وہ تو کم و بیش پوری ہو چکی ہیں، لیکن قیامت کی جو بڑی نشانیاں صحیح احادیث میں آتی ہیں جیسے فتنۂ دجال، آمد مسیح، یاجوج ماجوج وہ ابھی ظاہر نہیں ہوئیں، اگرچہ ان کے بھی آثار بہت واضح طور پر شروع ہو چکے ہیں۔چنانچہ جو لوگ بصیرت باطنی رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اب وہ وقت بھی زیادہ دور نہیں ہے۔دجال اور فتنۂ دجال کے حوالے سے احادیث میں جو تفصیلات آئی ہیں وہ ہمیں صاف طور پر نظر آ رہی ہیں اور اُن سے عیاں ہے کہ یہی دور دجالی فتنے کا ہے۔لیکن شخص دجال کا ظہور ہونا ابھی باقی ہے، اور یہ دجالی دور اُسی طرف جا رہا ہے۔حضور ﷺ نے فتنۂ دجال کی جو علامات بتائیں ان کا حاصل یہ ہے کہ دجال کو مظاہر فطرت پر کنٹرول حاصل ہو جائے گا۔کیا یہ بات حیران کن نہیں ہے کہ آج کا انسان قوانین فطرت دریافت کرنے کے بعد اب اُن میں مداخلت کی کوشش کر رہا ہے۔مصنوعی بارشیں اور میڈیکل سائنس میں نئی نئی چیزوں کا ظہور اسی کا مظہر ہے۔فاعل حقیقی تو صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اصلاً وہی کر رہا ہوتا ہے، لیکن اس نے جو قوانین فطرت بنائے ہوئے ہیں، اُس کے اذن سے اُن میں بعض پر دجال کو بظاہر کنٹرول حاصل ہو جائے گا جس سے وہ دنیا پر یہ ظاہر کرے گا کہ سب کچھ کرنے والا میں ہوں، اختیار میرا ہے۔آج کی مادہ پرستی اِسی فتنۂ دجال کی تمہید ہے۔آج ساری دنیا اِسی بات پر ایمان رکھتی ہے کہ سب کچھ مادی اسباب و وسائل اور ٹیکنالوجی سے ہوتا ہے۔آج کی دنیا میں ایسے افراد کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے جو ٹیکنالوجی کی نفی کریں اور جو ٹیکنالوجی کی حتمی برتری کو ماننے سے انکاری ہوں۔ایسے لوگوں کو قیانوسی اور پاگل کہا جاتا ہے۔حالانکہ ٹیکنالوجی اور اسباب کی برتری کی کوتاہ سوچ کو ہر دور میں منہ کی کھانی پڑی ہے۔آج بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے برابر کی سرزمین میں دنیا کو یہ دکھا دیا ہے کہ اصل قوت مادی و اسلحی طاقت اور ٹیکنالوجی نہیں اللہ پر یقین اور توکل ہے۔اسی یقین سے سرشار ہو کر عظیم طالبان مجاہدین نے امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کو شکست دی۔آج کل لوگ کہتے ہیں کہ جب تک آپ ٹیکنالوجی کی دوڑ میں آگے نہیں جائیں گے آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ٹیکنالوجی کو ہی ترقی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔لیکن کوئی یہ سوچنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ اگر ٹیکنالوجی ہی اصل قوت ہے تو پھر طالبان نے پورے عالم کفر کے متحدہ جتھے کو شکست کیسے دے دی۔

جب نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد تکمیلی شان کے ساتھ پورا ہو جائے گا، تب ہی زمین کی ساری بساط لپیٹی جائے گی

بہر حال ہم مسلمان جس عقیدہ آخرت کے حامل ہیں اس کا تعلق ہمارے تصور حیات سے ہے، جس کے مطابق انسان کو اس دنیا میں آزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے، اور ایک وقت آئے گا جب وہ دنیا کو چھوڑ کر چلا جائے گا۔ایک قیامت تو ساری دنیا پر آنی ہے، سو وہ آئے گی ہی، لیکن ایک قیامت وہ بھی ہے جو میری اور آپ کی موت کی صورت میں ہمارے سر پر لٹک رہی ہے۔کسی کو کچھ پتا نہیں کہ اگلے ہی لمحہ وہ وقت آ جائے۔اسی قیامت کے بارے میں سورۃ قیامہ میں فرمایا:

﴿كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ (۲۶) وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ (۲۷) وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ (۲۸) وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ (۲۹)﴾

”دیکھو جب جان گلے تک پہنچ جائے اور لوگ کہنے لگیں (اس وقت) کون جھاڑ پھونک کرنے والا ہے اور اس (جاں بلب) نے سمجھا کہ اب سب سے جدائی ہے اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے۔“

یوں کہا جا سکتا ہے کہ قیامت کبریٰ جس کی علامات احادیث رسول میں آئی ہیں ابھی دور ہے۔اس لئے کہ اس سے پہلے بہت سے واقعات رونما ہونے ہیں۔ابھی دجال آئے گا۔حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا۔اس کے بعد یاجوج و ماجوج کا ظہور ہوگا۔

پھر سب سے بڑی بات جس میں ہمارے لیے ایک نوید کا پہلو ہے یہ ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر اللہ کا دین قائم ہو کر رہے گا۔ گویا محمد رسول اللہ ﷺ کا مقصد تکمیلی شان کے ساتھ پورا ہو کر رہے گا۔ آپؐ دنیا میں اس لئے بھیجے گئے تھے، تاکہ دین کو غالب کریں۔ جو دین حق اللہ نے آپؐ کو عطا کیا اس کو کل روئے ارضی پر قائم اور کل ادیان پر غالب کرنا آپؐ کا مشن ہے۔ آپؐ نے اپنی حیات مطہرہ کے دوران میں سر زمین عرب میں اسلام کو غالب فرما دیا، اور اپنے صحابہؓ کے ذریعے اسلام کے عالمی غلبہ کی جدوجہد کا بھی آغاز فرما دیا تھا۔ یہ کام اب ہم لوگوں کو کرنا ہے۔ اس مشن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ شیطان اور اُس کے ایجنٹ ہیں۔ اس وقت شیطان اور اُس کے چیلے تعدی کے سے انداز میں یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم یہاں تک پہنچ گئے کہ پورا عالم اسلام ہمارے چنگل میں ہے، قرآن حکیم کے ساتھ ہم جو چاہیں کریں، نبی ﷺ کی شان میں جیسے چاہیں گستاخیاں کریں، کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ لیکن شیطان اور اُس کے اِن ایجنٹوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ بالآخر انہیں شکست فاش ہو گی اور کل روئے ارضی پر اللہ کا دین قائم ہو کر رہے گا۔ اس کی خبریں ہمیں حضور ﷺ نے دی ہے، اور قرآن مجید میں بھی اس کے واضح اشارات آئے ہیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد تکمیلی شان کے ساتھ پورا ہو جائے گا، تب ہی زمین کی ساری بساط لپیٹی جائے گی، اُس سے پہلے قیامت نہیں آئے گی۔ یہ ہے قیامت کے حوالے سے قرآن و سنت کا نقطہ نظر۔ لہٰذا یہ کہنا کہ قیامت آج آ رہی ہے یا اتنے سال بعد آئے گی، لوگوں کے قیاسات ہی ہو سکتے ہیں۔ کوئی بھی قیامت کی ٹھیک ٹھیک تاریخ نہیں بتا سکتا۔ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ قرآن حکیم میں جگہ جگہ قیامت اور احوال قیامت کا بیان آیا ہے، اُس سے مقصود یہ ہے کہ ہم آخرت کی فکر کریں اور جو مہلت عمل ہمیں ملی ہے اُس سے فائدہ اُٹھائیں، زندگی کی گھڑیاں قیمتی اثاثہ ہیں۔ اُن میں اپنا قبلہ درست کریں اور اپنی عاقبت سنوارنے کی فکر کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین [مرتب: ابو اکرام]

❁ ❁ ❁

پریس ریلیز 28 دسمبر 2012ء حافظ عاکف سعید

علامہ طاہر القادری نے اگرچہ انتخابی نظام کی خرابیوں کی درست نشان دہی کی ہے لیکن انتخابات کے قریب اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ ناقابل فہم ہے

اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ صرف نظامِ اسلام کے قیام کے لئے ہونا چاہیے

مولانا اورنگ زیب فاروقی پر قاتلانہ حملہ قابل مذمت ہے۔ ہمارے دشمن مختلف مسالک کے علماء کرام کی ٹارگٹ کلنگ سے وطن عزیز میں فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں

علامہ طاہر القادری نے اگرچہ انتخابی نظام کی خرابیوں کی درست نشان دہی کی ہے لیکن انتخابات کے قریب اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ ناقابل فہم ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ علامہ نے آئین کی بعض حوالہ سے خلاف ورزی کا ذکر کیا ہے لیکن اُنہوں نے آئین کی اُس شق کی خلاف ورزی کا ذکر نہیں کیا جس کی رو سے اس ملک میں قرآن اور سنت سے متصادم کوئی قانون نہیں بنایا جا سکتا۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ صرف نظام اسلام کے قیام کے لئے ہونا چاہیے۔ کراچی میں مولانا اورنگ زیب فاروقی پر قاتلانہ حملے کی شدید مذمت کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا ہمارے دشمن مختلف مسالک کے علماء کرام کی ٹارگٹ کلنگ سے وطن عزیز میں فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ حکومت اور سیکورٹی ادارے ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں اور اس قتل و غارت کو ایک تماشائی کی حیثیت سے دیکھ رہے ہیں۔ اُنہوں نے پنجاب کی حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ''خادم اعلیٰ'' کو تعلیم کے شعبہ کے لئے کوئی مسلمان مشیر نہیں مل سکا اور اُن کا عیسائی مشیر اسلامی تعلیمات کی دھجیاں اڑا رہا ہے۔ انگریزی میڈیم کا لزوم مخلوط تعلیم اور بچوں کے سکول میں خاتون اُستاد اور بچیوں کے سکول میں مرد اُستاد کی تعیناتی طلباء، طالبات، اور اساتذہ کو اخلاقی لحاظ سے غلط راہ پر ڈالنے کی سازش معلوم ہوتی ہے۔ اُنہوں نے شہباز شریف سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے عیسائی مشیر تعلیم کو فوری طور پر برطرف کریں۔

پریس ریلیز 28 دسمبر 2012ء

پروفیسر غفور احمد ممتاز دینی رہنما اور دینی تحریکوں کا قیمتی سرمایہ تھے۔ اُن کی وفات سے نظریاتی جدوجہد کا ایک باب بند ہو گیا ہے

پروفیسر غفور احمد ممتاز دینی رہنما اور دینی تحریکوں کا قیمتی سرمایہ تھے۔ اُن کی وفات سے نظریاتی جدوجہد کا ایک باب بند ہو گیا ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے تعزیتی بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ پروفیسر غفور احمد عمر بھر احیائے اسلام کے لئے کوشاں رہے۔ وہ اسلامی تحریکی جدوجہد کی ایک نمایاں علامت تھے۔ انہوں نے قومی اسمبلی کی رکنیت اور وزارت جیسے مناصب پر فائز رہنے کے باوجود درویشانہ زندگی بسر کی اور سادگی کو شعار بنایا۔ امیر تنظیم اسلامی نے مرحوم کی مغفرت اور بلندئ درجات کے لیے دعا کی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

کراچی کیوں جل رہا ہے؟

محمد سمیع

کراچی جل رہا ہے۔ کراچی آتش فشاں بنا ہوا ہے۔ کراچی میں آتش و آہن کی بارش ہورہی ہے۔ کراچی بارود کا ڈھیر بنا ہوا ہے۔ کراچی کرچی کرچی ہورہا ہے ۔روشنیوں کے شہر میں گزشتہ ڈیڑھ دہائیوں سے جو کچھ ہو رہا ہے اس کے نتیجے میں کراچی کے بارے میں وہ باتیں ہورہی ہیں جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ لیکن آخر ایسا کیوں ہورہا ہے؟ ظاہر احوال کی روشنی میں مختلف باتیں کی جارہی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ سب کچھ حکومت میں شامل اتحادی جماعتوں کی آپس کی چپقلش کا نتیجہ ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ مختلف مافیاز کی کارستانیوں کا نتیجہ ہے۔ اب طالبان کی باتیں ہورہی ہیں۔ آیئے، اس بارے میں ہم اللہ کی آخری کتاب ہدایت کی طرف رجوع کریں جس کے حامل ہونے پر ہم بجاطور پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ جو لوگ اللہ کو بھلادیتے ہیں، اللہ انہیں اپنے آپ سے غافل کردیتا ہے۔ (سورۃ الحشر) ہم بھول گئے کہ ہم مسلمان ہیں، اللہ کی زمین پر اس کی نمائندہ امت۔ وہ امت جسے اس لئے برپا کیا گیا تھا کہ وہ لوگوں پر گواہ بن جائے اور اللہ کے رسول ﷺ اس امت پر گواہ بن جائیں۔ (سورۃ البقرہ) ہم سے قرآن یہ تقاضا کرتا ہے کہ خیر امت ہونے کی بناء پر تمہارا فرض یہ ہے کہ تم خیر کی طرف لوگوں کو بلاؤ، نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔ (سورہ آل عمران) لیکن جب ہم نے اللہ کو بھلادیا تو اللہ نے ہمیں اس حقیقت سے غافل کردیا کہ ہم مسلمان ہیں اور اس امت سے تعلق رکھتے ہیں جسے خیر امت کہا گیا ہے۔ لہٰذا ہم علاقائی اور نسلی گروہوں میں بٹ کر پنجابی، سندھی، پٹھان، بلوچ اور مہاجر بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ ساری پہچان محض ایک دوسرے سے تعارف کے لئے رکھی تھی (سورۃ الحجرات) لیکن ہم میں سے ہر گروہ اپنے آپ کو دوسرے پر برتر سمجھنے لگا۔ لیکن محض برتر سمجھنا ہی تو کافی نہیں تھا، برتری ثابت بھی تو کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا ہم میں سے ہر گروہ ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوگیا۔ قرآن کہتا ہے کہ بے شک مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ (سورۃ الحجرات)۔ ہم بھول گئے کہ ہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ چونکہ بھائی چارہ باقی نہیں رہا تو اخوت کی جگہ نفرت نے لے لی۔ قتل وقتال تک کی نوبت آگئی۔ حد تو یہ ہے کہ ہم مذہبی گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ یعنی جن کے ذمے لوگوں کی رہنمائی تھی وہ خود تقسیم ہوگئے۔ کوئی سنی بن گیا تو کوئی شیعہ۔ کوئی دیوبندی بن گیا تو کوئی بریلوی۔ کوئی گروہ اپنے آپ کو سپاہ صحابہؓ کہنے لگا تو کوئی سپاہ محمد ﷺ۔ حالانکہ قرآن میں ہمارا نام مسلم قرار دیا گیا ہے۔ (سورۃ الحج) لیکن ہمیں یہ نام راس نہ آیا تو ہم نے اپنی مختلف پہچانیں قائم کرلیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوے کو مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے۔ (سورۃ الاحزاب) صحابہ کرامؓ کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ آپس میں انتہائی مہربان اور کافروں کے لئے سخت ہیں۔ اب ذرا مختلف مکاتب فکر کے لوگوں پر نظر ڈالیں۔ کیا ان میں حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی کوئی جھلک نظر آتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ نائبین رسولؐ کی حیثیت سے منبر و محراب سے اپنے اپنے مکاتب فکر کی تبلیغ کی بجائے دین کی تبلیغ کرتے۔ مختلف مسالک کے لوگ ایک دوسرے کی گردن نہ ماررہے ہوتے۔ اب اس تناظر میں ذرا کراچی کے حالات پر غور کریں تو آپ کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ یہ شہر کیوں جل رہا ہے۔ یہ آتش فشاں کیوں بنا ہوا ہے۔ یہاں آتش و آہن کی بارش کیوں ہورہی ہے۔ یہ بارود کا ڈھیر کیوں بنا ہوا ہے۔ کراچی کرچی کرچی کیوں ہورہا ہے۔ یہ سب اللہ کے دین اور اُسوۂ رسول سے تعلق کمزور پڑجانے کا نتیجہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کا علاج کیا ہے؟ اس کا علاج یہ ہے کہ ہم اپنے اندر خود شناسی پیدا کریں۔ ہم شعوری طور پر یہ سمجھیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے کچھ فرائض ہیں جنہیں ہمیں پورا کرنا ہے۔ اس کے لئے ہمیں قرآن کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط بنانا پڑے گا۔ پہلی بات تو یہ جاننے اور ماننے کی ہے کہ قرآن کتاب ہدایت ہے۔ یہ محض حصول و ایصال ثواب کا ذریعہ نہیں۔ اگر یہ کتاب ہدایت ہے تو پھر ہمیں جاننا پڑے گا کہ اس میں ہمارے لئے کیا ہدایات ہیں۔ اگر ہمیں اس کا علم ہی نہیں ہوگا تو ہم اپنے دینی تقاضوں کو کس طرح پورا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ ہماری بندگی کریں۔ (سورۃ الذاریات)۔ بندگی انفرادی سطح پر بھی درکار ہے اور اجتماعی سطح پر بھی۔ انفرادی سطح پر بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ہر وقت اور ہر جگہ بجالانے کے لئے تیار رہیں۔ یہ نہیں کہ اس کے کچھ احکام کو مانیں اور کچھ کو نہ مانیں۔ اس رویہ پر قرآن کریم میں شدید وعید آئی ہے۔ فرمایا گیا کہ تم کتاب کی بعض باتوں کو تو مانتے ہو اور بعض باتوں کا کفر کرتے ہو۔ اس کا بدلہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ تمہیں دنیا میں ذلت ورسوائی سے دوچار کیا جائے اور آخرت میں دردناک عذاب کی طرف لوٹا دیا جائے۔ اجتماعی سطح پر ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنا ہے۔ آج کا سب سے بڑا منکر وہ باطل نظام ہے جسے ہم نے غیر مسلموں سے مستعار لیا ہوا ہے۔ فریضۂ نہی عن المنکر کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر اسلامی نظام حیات یعنی نظام خلافت قائم کریں۔ نظام خلافت کے قیام کی جدوجہد ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ اگر ہم اس جدوجہد میں لگ جائیں تو نہ صرف ایک دینی فریضے کی ادائیگی ہوگی بلکہ اس سے ہمارے ملی فریضہ کی ادائیگی بھی ہوجائے گی۔ ہم نے پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا اور بحیثیت ایک پاکستانی نظام خلافت کا قیام ہمارا ملی فریضہ بھی ہے۔ اس کے لئے تو ایک طویل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ انتخابات کے راستے سے ملک میں نظام تبدیل نہیں ہوسکتا۔ تاہم ووٹ بھی ایک امانت ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ آئندہ انتخابات میں ایسے لوگوں کو ووٹ دیں جو پاکستان میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ کرنے میں مخلص ہوں، جن کی دیانت اور امانت تسلیم شدہ ہو۔

ہمارے معاشرے میں آج تمام برائیوں کی جڑ کرپشن ہے۔کرپشن کا خاتمہ کرپٹ قیادت نہیں کرسکتی۔اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے کہ امانت کو اہل امانت تک پہنچاؤ۔اس حکم کے مطابق ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے ووٹ کی امانت اہل امانت کے حق میں استعمال کریں۔اب آپ کو ووٹ دینے سے قبل یہ دیکھنا ہے کہ جسے آپ ووٹ دے رہے ہیں،وہ اپنی ذاتی زندگی میں اپنی استطاعت کی حد تک شریعت پر عمل پیرا ہو۔اس مضمون کو سورۃ البقرہ میں آخرت کے منظر کی جو نقشہ کشی کی گئی ہے اس کے بیان پر ختم کرنا مفید ہوگا: فرمایا گیا:"وہی پیشوا اور رہنما،جن کی دنیا میں پیروی کی گئی تھی،اپنے پیروؤں سے لاتعلقی ظاہر کریں گے،مگر سزا پا کر رہیں گے اور ان کے سارے اسباب و وسائل کا سلسلہ کٹ جائے گا۔اور وہ لوگ جو دنیا میں ان کی پیروی کرتے تھے،کہیں گے کہ کاش ہم کو ایک بار پھر ایک موقع دیا جاتا تو جس طرح آج یہ ہم سے بے زاری ظاہر کررہے ہیں،ہم ان سے بے زار ہوکر دکھا دیتے۔یوں اللہ ان لوگوں کے وہ اعمال جو یہ دنیا میں کررہے ہیں،ان کے سامنے اس طرح لائے گا کہ یہ حسرتوں اور پشیمانیوں کے ساتھ ہاتھ ملتے رہیں گے مگر آگ سے نکلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔" یہاں خاص طور پر گمراہ کرنے والے پیشواؤں اور ان کے نادان پیروؤں کے انجام کا اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ جس غلطی میں مبتلا ہوکر پچھلی امتیں بھٹک گئیں اس سے مسلمان ہوشیار رہیں اور رہبروں میں امتیاز کرنا سیکھیں اور غلط رہبری کرنے والوں کے پیچھے چلنے سے بچیں۔رہبروں میں امتیاز کرنا سیکھیں گے تو اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کرسکیں گے۔کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ کراچی کی موجودہ صورتحال بہت سی دوسری وجوہات کے ساتھ ساتھ ووٹ کے غلط استعمال کا نتیجہ ہے لہٰذا اگر اس کی ذمہ داری حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے تو ہم اس سے بری الذمہ نہیں ہوسکتے،کیونکہ ہم نے ہی انہیں اپنے ووٹوں کے ذریعے خود پر مسلط کیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کی تلاوت کو اپنا روزانہ کا معمول بنانے، اس کے مندرجات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے اور اس کے احکام کو نظام خلافت کی صورت میں اجتماعی سطح پر نافذ کرنے کی جدوجہد میں اپنا تن،من اور دھن لگانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

کرسمس اور نیو ایئر

سورۃ الفاتحہ کے آئینے میں

عامرہ احسان

اخبار میں ایک تصویر ہے۔مسلمان سکول کی بچیاں کرسمس پر ٹیبلو پیش کررہی ہیں۔عیسائیوں کے ہاں گرجوں میں،مشنری سکولوں میں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے واقعات کو عملی شکل میں ظہور میں لایا جاتا ہے۔مجسموں اور ڈراموں کے ذریعے جس میں واقعے کے کردار پنگھوڑے میں عیسیٰؑ کی نمائندگی کرتا بچہ / مجسمہ اور حضرت مریمؑ دکھائے جاتے ہیں۔پاکستان کے نجی سکولوں،سرکاری سکول، کالج، یونیورسٹیوں،ہسپتالوں میں جس دھوم دھام سے یہ دن منایا جانے لگا ہے۔کبھی کسی کے دیوانے خوابوں(Wildest Dreams) میں بھی یہ نہ آیا ہوگا کہ دو قومی نظریے والا پاکستان عیسائیت کا گہوارہ علی الاعلان بن جائے گا۔یہ تو مشرف دور میں بھی سوچنا ممکن نہ تھا۔تف ہے اس سیکولرازم پر،اب مشنری سکولوں کی تخصیص نہ رہی،نجی سکول یو ایس ایڈ کے صدقے وہی فرض نبھا رہے ہیں۔پاکستانی عوام کو بھیڑیں بنا کر ہانکے جاتے اب گیارہ سال ہونے کو ہیں۔عوام الناس نے بھی ہر ایشو پر مکمل بھیڑ چال کا ثبوت دیا ہے۔خواہ قبل ازیں ویلنٹائن ڈے کی روز افزوں پذیرائی ہو، ملالہ ڈے کی دیوانگی ہو یا اب کرسمس اور نیو ایئر نائٹ کا جوش وخروش۔کتنی عجیب بات ہے کہ ہم سوال نہیں کرتے۔نہ اپنی عقل سے،نہ قوم کو ہانکنے والوں سے،نہ میڈیا سے،نہ مغرب اور دنیائے کفر سے!تابڑ توڑ سوال کرتے ہیں تو مولوی سے! کثرتِ سوال اور قیل و قال کا ہدف اسلام ہے جس سے رشتہ ایمان کا سمعنا و اطعنا کا تھا! نہ ویلن ٹائن ڈے کی بے حیائی پر غیرت تمتمائی،نہ لال گلاب،کیک پارٹیوں پر کوئی سوال اٹھا۔نہ ملالہ کی دیوانی حماقتوں بھری کہانی پر چوں چرا کی۔ایک نیم خواندہ کم عمر لڑکی اور اس کا تیسری دنیا کے چھوٹے سے سکول کا ہیڈ ماسٹر باپ یکا یک علم وحکمت ودانائی کے ہمالہ پر کیونکر جا بیٹھے؟ پورا پاکستان بلا استثناء اس کے راگ الاپتا رہا،موم بتیاں جلاتا رہا،ترانے گاتا بجاتا رہا۔آخر کیوں؟ پھر اب اس سال کون سی دجالی وحی کے تحت پورے پاکستان پر یکا یک کرسمس فرض ہوگیا۔جگہ جگہ سیاسی جماعتوں کے لیڈر کیک کاٹتے رہے۔عیسائی مسیحی بھائیوں کے لئے اسلام آباد کے سکولوں میں چندہ جمع کر کے ہدیے،تحائف پیش ہوئے۔کیا رمشا مسیح اور آسیہ بی بی کو خراج تحسین پیش کرنے کا بھی(عیاذ باللہ) کوئی اہتمام ہوگا؟ یہ مسیحی بھائی اوباما کے رشتے سے یکا یک آپ کے کزن ٹھہرے۔پہلے تو نہ تھے۔علمائے امت نے کرسمس کے حوالے مشرکین کے تہواروں کے حوالے سے اجماع کو پہنچے ہوئے موقف تک اگر عوام کی رسائی نہ بھی ہو(جس کی رو سے یہ شرعاً معصیت ہیں اور ان میں شرکت حرام اور موجب غضب الٰہی ہے) تو کیا سورۃ الفاتحہ تک بھی ان کی رسائی نہیں ہے؟

سورۃ الفاتحہ میں یہ صراحت اللہ سے صراطِ مستقیم بہ الحاح مانگنا،انعام یافتہ لوگوں کے راستے کی طلب اور مغضوب وضالین سے بہ صراحت و وضاحت پناہ مانگا جانا تو بچے بچے کی زبان پر ہے۔تاہم اصل المیہ یہ ہے کہ حیا سوز شاعری کی تو مفصل شرح سکولوں،کالجوں میں پڑھائی اور از بر کروائی جاتی ہے۔لیکن نوجوان نسل پر مشتمل طالبات کی ایک بڑی تعداد سے جب یہ سوال کیا گیا کہ مغضوب اور ضالین سے کیا مراد ہے تو مکمل خاموشی تھی، ماسوا اس ایک بات کے کہ وہ جن پر غضب نازل ہوا،اور وہ جو گمراہ ہوئے۔دیندار خاندانوں میں بھی بہ حوالہ حدیث مغضوب کا یہودی اور ضالین کا عیسائی ہونا اگلی نسل کو ازبر نہ کروایا گیا تھا بلکہ سرے سے نابلد تھیں! بہ روایت عدی بن حاتم آپؐ کا فرمان ہے: مغضوب علیہم بے شک یہود ہیں اور ضالین یقیناً نصاریٰ ہیں۔(ترمذی) اگر دن رات دہرائے جانے والی اس دعا کا سادہ آسان مفہوم کہ یا اللہ یہودیوں،عیسائیوں

کے راستے پر نہ چلانا۔ یا اللہ امریکہ، مغرب کے راستے سے بچانا، سمجھا دیا گیا ہوتا، عملاً برتا ہوتا تو کون سی برتھ ڈے، کہاں کی مغربی تہذیب کی دلدادگی، وارفتگی، کہاں کا ویلنٹائن ڈے، کون سی کرسمس! سب کچھ ازخود خارج از بحث ہوتا صرف دل سے مانگے جانے والی اس دعا کے نتیجے میں۔ اب بھی وقت ہے، بس یہ دعا گھول کر پلا دیجئے۔ جسے اللہ نے سورۃ الحجر میں سات بار دہرائے جانے والی آیات کے حوالے سے پوری دنیا کے مال و متاع کے مقابل ایک خزانہ ٹھہرایا ہے (اس خزانے کی چابی اس وقت افغانوں کے پاس ہے!) گمراہوں کے پیچھے چلتے گمراہ ہو گئے۔ مغضوب علیھم سے دوستی کر کے ہمہ گیر، ہمہ پہلو عذابوں میں گرفتار ہیں۔

سورۃ الفاتحہ کے اس حصے ہی کی تائید میں سورۃ مریم (جسے خواتین کی ایک بڑی تعداد پڑھا کرتی ہے) اور سورۃ کہف (جو ہر جمعے پڑھی جاتی ہے) میں اللہ کا غضب شدید ترین الفاظ میں یہود و نصاریٰ پر برسا ہے۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اس قول کی بنا پر کہ وہ رحمٰن کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے ہیں (مریم) اور یہ کہ ان لوگوں کو بھی ڈرا دے جو کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ درحقیقت نہ تو خود انہیں اس کا علم ہے نہ ان کے باپ دادا کو۔ یہ تہمت بہت بری ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے۔ وہ جھوٹ بک رہے ہیں (الکہف 4،6) اللہ کی

> کرسمس کو مسلمانوں کے مال، زبان، قلم، کسی طرح سے کوئی پذیرائی نہ ملے۔ شرک و جہالت کا یہ تہوار گرجوں میں دوبارہ مقید کیا جائے۔ یہ ہمارے دین اور عقیدے کا مسئلہ ہے

ناراضی کی شدت دیکھیے، انہیں بہتان طراز، جھوٹا، جاہل، علم سے بے بہرہ قرار دیا۔ ان دیوانوں، جاہلوں، مغضوبوں، گمراہوں سے دوستی، ان سے اتحاد و اتفاق و یگانگت؟ ان سے بھائی چارہ؟ ان سے مصالحت اور Harmony وہ جن پر اللہ نے سورۃ المائدۃ (72-81) میں کفر و شرک کا فتویٰ لگایا، جنت ان پر حرام ٹھہرائی، مستحق عذاب، لائق دوزخ قرار پائے۔ آج دنیا میں جو حکومتوں کے زیر عتاب آ جائیں جنہیں حساس ادارے غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھیں اور ان کے درپے ہو جائیں لوگ انہیں فون تک کرتے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم بھی غضب کی لپیٹ میں نہ آ جائیں۔ اس گھر کے سامنے سے بھی نہ گزریں گے کہ گاڑی کا نمبر نہ نوٹ ہو جائے۔ اور اِدھر رب کائنات جس کے درپے ہے، وہاں ہم خطمی ہو رہے ہیں؟ رواداری، امن، آشتی محبت کے سارے اسباق دہرائے جا رہے ہیں۔ ﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (13)﴾ (سورۃ نوح) "تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے"۔ اور ﴿فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (87)﴾ (سورۃ الصّٰفّٰت) "بھلا پروردگار عالم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" ﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ (الحشر 20) "اہل دوزخ اور اہل جنت برابر نہیں!" جس کی محبت پالو گے، جس کے اطوار اپناؤ گے، اسی کے ساتھ جاؤ گے۔ دنیا میں یہی دو گروہ ہیں۔ بار بار چھٹ کر الگ ہوتے ہیں۔ بار بار لائنیں لگتی ہیں۔ ہر مرتبہ "حی علی الصلوۃ" پر یہ دو گروہ الگ ہو جاتے ہیں۔ "کتب علیکم الصیام" پر دو گروہ بنتے ہیں۔ (ماسوا عذر شرعی) حی علی الجہاد پر بھی (دنیا بھر سے اٹھتی پکار، دائروں کی شکل میں فرضیت آئے روز بڑھاتا پھیلاتا جہاد فلسطین، شام، برما، کشمیر، افغانستان، عراق، مالی، صومالیہ، یمن......) کرسمس، ویلنٹائن ڈے، سال نو، بسنت، جیسے مواقع پر بھی اب یہ صفیں بننے لگیں۔ دجال اور دجالی تہذیب کے لشکری —— یاحزب اللہ! یہ بھی تو سوچئے کہ مسلمانوں کو 1400 سال پرانی تہذیب اور معاشرت کے طعنے دینے والے خود قبل از پیدائش مسیح کے دور میں جی رہے ہیں۔ کافر اور یونانی تہذیب کے اسیر۔ کرسمس بھی اپنی اصل کے اعتبار سے بت پرست رومیوں کا تہوار ہے جسے عیسائیوں نے گود لے لیا۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ پیدائش گھڑ کر رکھ لیا اور یوں کافر رومی عید، عیسائی عید ٹھہری، بالکل اسی طرح جیسے برصغیر کے مسلمانوں نے قل، جمعراتیں ہندوؤں سے مستعار لے کر اس میں قرآن خوانی، گٹھلیاں رکھ کر انہیں مسلمان کرنے کی ناکام کوشش کر ڈالی۔ عیسائیوں کا بھوت تہوار (ان کی تیرہ تیزیوں والا دن) ہیلووئن بھی بت پرست رومیوں سے گود لیا گیا ہے۔ جس نے اب عیسائیوں، یہودیوں کے بعد مسلمانوں کے گھر کا رستہ بھی دیکھ لیا ہے۔ نیو ائیر کے ہنگامے اور جشن بازی اس پر مزید ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ڈنکے کی چوٹ (ووٹ بینک سے بے نیاز ہو کر) تمام دینی جماعتیں اس پر ایک دوٹوک موقف اختیار کریں۔ بدرجۂ اولیٰ جماعت اسلامی، جمعیت علمائے اسلام اس سیاسی پاکھنڈ کی حقیقت واضح کریں۔ اس کی شاعت جمعے کے خطبوں اور روزانہ دروس میں واضح کی جائے۔ کرسمس کو مسلمانوں کے مال، زبان، قلم، کسی طرح سے کوئی پذیرائی نہ ملے۔ شرک و جہالت کا یہ تہوار گرجوں میں دوبارہ مقید کیا جائے۔ یہ ہمارے دین اور عقیدے کا مسئلہ ہے۔ بین المذاہب مکالمہ سورۃ الکافرون میں طے پا چکا، جسے درکار ہو اس ضمن میں مسلمانوں کا موقف (اللہ کی Policy Statement) پڑھ لے۔ البتہ اقلیتوں کا اسلامی اصولوں کے تحت تحفظ اور انصاف ہم پر لازم ہے۔ ہماری تاریخ نہایت درخشاں ہے۔ جنونی صلیبی اور خونِ مسلم سے رنگین ہاتھوں والے یہودی ہمیں کیا پڑھائیں گے۔ خلافت اسلامیہ افغانستان میں بحال ہوئی تو طالبان نے ہندوؤں اور سکھوں کو لوٹی املاک اور خواتین واپس دلوائیں۔ ان کے جان و مال، کاروبار کو مکمل تحفظ دیا۔ برطانوی عیسائی خاتون ایوان ریڈلے سے حسن سلوک کا مطلب پوچھ لیجئے، سیکولر رواداری کی آڑ میں پورا پاکستان اللہ کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کا جشن منائے؟ پناہ بخدا۔ (العیاذ باللہ) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ o وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ o رواداری برتنی ہے تو اہل مغرب سے سیکھئے جو مسجد کو دیکھ کر باؤلے ہو جاتے ہیں۔ داڑھی، حجاب سے آنکھوں میں خون اتر آتا ہے۔ قانون اس پر جرمانہ اور جیل کی سزا دینے لگ گیا ہے۔ جس دن عید کے بکرے وہائٹ ہاؤس کے صحن میں بندھ گئے اس دن آ کر ہم سے بھی رواداری کا مطلب پوچھ لینا، اگرچہ وہ پہلے ہی سورۃ الکافرون میں درج ہے۔ اسے ترجمہ تفسیر سے پڑھیے پڑھائیے سورۃ الممتحنہ سے عقیدۂ ولاء والبراء پکا کیجئے۔ بات سادہ اور آسان ہے اتنی مشکل نہیں۔

انتخابات اور مذہبی جماعتیں

خلافت فورم میں فکر انگیز مکالمہ

مہمان گرامی: ایوب بیگ مرزا

میزبان: وسیم احمد

سوال : جمہوریت کے بارے میں ایک امریکی دانشور نے کہا تھا کہ ''This is the end of history'' یعنی اس سے آگے کچھ نہیں، انسانی عقل اپنی معراج کو پہنچ کر اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ جمہورت سے بہتر طرزِ حکومت کوئی اور نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ انتخابات کو جمہوریت میں ہمیشہ سے کلیدی حیثیت حاصل رہی ہے لیکن ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تنظیم اسلامی نے انتخابات میں حصہ لینے کو اپنے لیے حرام قرار دیا ہوا ہے۔ آپ کے خیال میں کیا اقتدار حاصل کیے بغیر اس ملک میں تبدیلی ممکن ہے؟

ایوب بیگ مرزا : آپ نے جو لفظ ''حرام'' استعمال کیا ہے تنظیم اسلامی نے کبھی بھی انتخابات کو اپنے لیے حرام قرار نہیں دیا بلکہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ تنظیم اسلامی نے اپنے لیے انتخابات کو شجر ممنوعہ قرار دیا ہوا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تنظیم اسلامی انتخابات میں حصہ نہیں لیتی، لیکن وہ یہ بھی نہیں کہتی ہے کہ انتخابات ہونے ہی نہیں چاہئیں۔ تنظیم اسلامی کا موقف یہ ہے کہ اگر کوئی اسلامی ملک ہو اور وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہونے کے باوجود بھی اسلامی نظام قائم نہ ہو جیسا کہ ہمارے ملک پاکستان کا حال ہے تو وہاں انتخابات کے ذریعہ دین محمدیؐ اور اسلامی فلاحی ریاست کا قیام ممکن نہیں ہے۔ صرف انقلابی جدوجہد ہی وہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعہ ملک میں اسلامی نظام لایا جا سکتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں انتخابی سسٹم وڈیرہ شاہی پر مبنی ہے۔ اسی طرح اس ملک میں برادری سسٹم اور جاگیردارانہ نظام قائم ہے۔ ہماری بیوروکریسی انتہائی کرپٹ ہے۔ لہٰذا یہ تمام طبقے اس ملک میں اسلامی نظام کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں، بلکہ جمہوریت کے ذریعے تو کہیں بھی اسلامی یا غیر اسلامی انقلاب نہیں آ سکتا۔ اگر آپ امریکہ اور برطانیہ کو دیکھیں تو وہاں بھی الیکشن مہم کے دوران میں صرف خارجہ پالیسی اور معاشی پالیسی کو بدلنے کی باتیں کی جاتی ہیں، نظام کو بدلنے کی بات نہیں کی جاتی۔ لہٰذا جمہوریت میں چہرے اور ہاتھ تو تبدیل ہوتے ہیں لیکن نظام تبدیل نہیں ہوتا۔ میرے نزدیک تو جمہوریت بھی اپنے نفاذ کے لیے انقلاب کی ہی محتاج رہی ہے۔ 1780ء کے انقلاب فرانس کے ذریعہ ہی دُنیا میں جمہوریت نے جنم لیا تھا۔ اب جو لوگ اس ملک میں مغربی مفادات حاصل کر کے اپنی مالی حیثیت کو مستحکم کر چکے ہیں، وہ کبھی بھی یہ نہیں چاہیں گے کہ یہاں اسلامی انقلاب آئے خواہ وہ ملٹری بیوروکریسی ہو یا پھر سول انتظامیہ یا بڑے بڑے بینکار۔ پس جمہوریت کے ذریعہ اس ملک میں اسلامی انقلاب نہیں لایا جا سکتا۔ اسلام ایک عادلانہ نظام ہے۔ وہ ان مراعات یافتہ طبقات کی جڑوں پر کلہاڑا بن کر گرے گا۔ اسلامی انقلاب کے لیے سب سے پہلے ایک عوامی جماعت اور پریشر گروپ بنا کر حکومت وقت کو جھکنے پر مجبور کرنا ہوگا، پھر ہی ملک میں اسلامی انقلاب آ سکے گا۔ ہاں جب اسلامی انقلاب برپا اور اسلامی ریاست قائم ہو جائے تو پھر خلیفہ اور شوریٰ کے چناؤ کا فیصلہ انتخاب کے ذریعہ کیا جائے گا۔ یوں اس سسٹم میں صحیح لوگ منتخب ہوں گے کیونکہ ریاست میں قرآن اور سنت کو بالادستی حاصل ہوگی۔ اس کے تحت انتخابات کروائے جائیں گے اور اس طرح سے قیادت کا چناؤ ہوگا۔

سوال : کیا یہ حقیقت نہیں کہ جمہوریت کے ذریعے ترکی میں تین ادوار سے ایک اسلام پسند جماعت برسر اقتدار ہے۔ اُنھوں نے سیکولر فوج کو اقتدار سے باہر کر دیا ہے۔ اسی طرح مصر میں الاخوان المسلمون کو حالیہ الیکشن میں تاریخ ساز کامیابی ملی ہے، اور وہاں اسلامی نظام کے لیے پیش رفت بھی ہو رہی ہے۔ بنگلہ دیش میں سیکولر آئین کو اسی جمہوری طرز حکومت کے ذریعہ اسلامی آئین میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ آپ یہ فرمائیں کہ پاکستان میں یہ جمہوری راستے سے یہ تبدیلی کیوں نہیں آ سکتی؟

ایوب بیگ مرزا : آپ کے سوال میں ہی جواب بھی ہے۔ آپ نےکہا کہ تین دفعہ ترکی میں اسلام پسندوں کی حکومت آ چکی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ترکی میں برسرِ اقتدار جماعت اسلام پسندوں کی تو ہے اسلامی نظام کو نافذ کرنے والی نہیں ہے۔ یورپی یونین کے معاملے میں ترکی اب بالکل مایوس ہو چکا ہے۔ آپ دیکھیں کہ ترکی نے یورپی یونین میں شمولیت کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا مگر انہوں نے ترکی کو صرف ایک مسلمان ملک ہونے کی وجہ سے یورپی یونین میں شمولیت دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اسی طرح طیب اردگان کی اس اسلامی حکومت نے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا کہ اُنھیں یورپی یونین میں شمولیت مل جائے لیکن ترکی کو یورپی یونین میں شمولیت نہ مل سکی۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت کو بھی اگر یورپی یونین کی طرف سے ہلکا سا اشارہ مل جائے تو وہ شمولیت کے لیے ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کرے گی۔ دراصل ترکی میں موجودہ حکومت کے اصل بانی نجم الدین اربکان تھے۔ وہ واحد لیڈر تھے جو ترکی میں صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے خواہاں تھے۔ لہٰذا اسلام دشمن قوتوں نے انھیں راستے سے ہٹا دیا۔ طیب اردگان نے یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لی کہ اگر اُنھوں نے ترکی میں اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کی کوشش کی تو اُن کا انجام بھی نجم الدین اربکان جیسا ہوگا۔ لہٰذا طیب اردگان اُس وکٹ پر کھیل رہے ہیں جس پر لوگ اُنھیں کھلانا چاہتے ہیں۔ جہاں تک اسلام کی جانب پیش رفت کی بات ہے تو یہ اُن کے اقتدار کا تیسرا دور ہے یعنی اُن کے دورِ حکومت کو اب 15 سال مکمل ہو جائیں گے۔ لیکن وہاں اسلامی نظام کا نام ونشان تک نہیں ہے۔ اگرچہ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ترکی میں نہ صرف گڈ گورننس قائم ہوئی ہے بلکہ عوامی سطح پر لوگوں میں اسلامی جذبہ بھی پیدا ہوا ہے۔ لیکن کیا وہاں کی حکومت نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ اب ہم معاشرے میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کریں گے اور اب چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے یا ہم زانی کو سنگسار کریں گے یا اُسے کوڑے مارے جائیں گے۔ میں مانتا ہوں کہ اُنھوں نے فوجی جرنیلوں سے ٹکر لی ہے لیکن یہ ٹکر اقتدار حاصل کرنے کے لیے لی گئی ہے۔ وہ ٹکر اس لیے نہیں لی گئی تھی کہ وہ یہ کہہ دیں گے کہ آج سے شراب حرام ہے یا اگلے پانچ سالوں بعد ہم ملک میں اسلامی نظام نافذ کر دیں گے۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے کوئی ٹائم فریم دیا اور نہ کوئی بل ہی پارلیمنٹ میں ایسا پیش کیا گیا جس کی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکیں کہ اُن کی جانب سے شریعت محمدیؐ کے نفاذ کا بل تو پیش ہو گیا تھا لیکن اپوزیشن نے اس کو قبول نہیں کیا۔ اگرچہ میں اس تجزیہ سے پوری طرح اتفاق نہیں کرتا جو بعض اسلامی ذہن رکھنے

والے تجزیہ کار پیش کرتے ہیں، تاہم اسے بالکل نظرانداز بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ترکی میں جو تھوڑی بہت اسلام کے لیے پیش رفت ہوئی ہے یا گڈ گورننس ہوئی ہے وہ درحقیقت حقیقی اسلام کا راستہ روکنے کے لیے ہے۔ کچھ مغربی عناصر اور بڑی قوتوں نے اس بات کو بھانپ لیا تھا کہ 50 سال بعد کہیں یہ لاوا پھٹ نہ جائے اور ترکی میں حقیقی اسلام نافذ نہ ہو جائے، کیونکہ ترکی کے عوام میں حقیقی اسلام کے جذبات اُبھر کر سامنے آ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہاں الحادی جبر کو کم بھی کر دیا جائے اور لوگوں کو نماز روزہ اور عورتوں کو حجاب کی کھلی اجازت بھی مل جائے تب بھی نظام کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ لہٰذا ترکی میں لوگوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اُنھیں ایسا منظر دکھایا گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہاں کے لوگ ہماری طرح بد دیانت نہیں ہیں۔ لہٰذا جب وہاں لوگوں کو اس بات کا احساس ہوگا کہ اگرچہ نظام تو آ گیا ہے لیکن ہماری زندگیوں میں تو کوئی فرق نہیں پڑا، ہمارے معاملات تو جوں کے توں ہیں تو اُس سے بہت خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔ جہاں تک مصر کا معاملہ ہے تو ہمارے لیے یہ بات باعث شرم ہے کہ طیب اردگان نے مصری صدر محمد مرسی کو بھی مشورہ دیا ہے کہ مصر میں سیکولر نظام کو ہی برقرار رکھا جائے۔ اگر نظام سیکولر ہی رہنا ہے تو آپ چاہے لاکھ نمازیں پڑھ لیں، لاکھ روزے رکھ لیں اور ملک میں سودی نظام ہی برقرار رہے اور اسی طرح جوئے، سٹے اور زنا کاری کی اجازت ہو تو یہ بات ایک اسلامی فلاحی ریاست کے قیام میں بڑی رکاوٹ بن جائے گی۔ اسی طرح بنگلہ دیش میں اگرچہ جماعت اسلامی نے مظاہرے بھی کیے ہیں، لیکن سوائے نام کے بدلنے کے بنگلہ دیش کے آئین میں ذرا تبدیلی بھی نہیں آئی۔ اگر آپ خنزیر کے گوشت پر بسم اللہ پڑھ کر چھری چلا دیں گے تو کیا وہ حلال ہو جائے گا۔ لہٰذا یہ ساری باتیں حقیقی اسلام کو روکنے کے لیے کی گئی ہیں۔ اس کا حقیقی اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

سوال: یہ بتائیں کیا کبھی کسی عوامی تحریک کے ذریعے کسی ملک میں اسلام نافذ ہوا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اگر آپ کے اس سوال کا جواب سوالیہ انداز میں دیا جائے تو آپ بتائیں کہ کیا کبھی جمہوریت کے ذریعے کہیں اسلامی نظام قائم ہوا ہے۔ اگر آپ تاریخ کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے جزیرہ نما عرب میں اسلام کو بحیثیت نظام مکمل طور پر نافذ کر دیا تھا۔ پھر جب اسلام پھیلنا شروع ہوا تو دور خلافت راشدہ کے بعد اسلام کی مضبوط دیوار میں ایک دراڑ آ گئی۔ یہ وہ دراڑ تھی جس نے آگے چل کر خلافت کی بجائے ملوکیت کا راستہ اختیار کر لیا۔ اب قابلیت کو پس پشت ڈال کر خلیفہ کا بیٹا خلیفہ بننا شروع ہو گیا۔ اسی دراڑ کے خلاف حضرت حسینؓ نے جہاد کیا، جس کے نتیجے میں انھیں شہادت نصیب ہوئی تھی۔ اگرچہ اس دور میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے لوگ بھی آئے ہیں جن کی پارسائی کا اقرار غیر مسلم بھی کرتے ہیں تاہم ایسے عیاش حکمران بھی آئے ہیں جنھوں نے اسلام کے نام کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھائی۔ آپ مجھے بتائیں کہ صحابہ کرامؓ سے لے کر 3 مارچ 1924ء تک کیا اسلامی نظام کا ڈھانچہ قائم نہیں رہا ہے۔ اگرچہ اس دوران اچھے اور بُرے ہر طرح کے حکمران آتے رہے ہیں لیکن اسلامی تعزیرات اور شریعت محمدی ﷺ جوں کی توں قائم رہی۔ ان حالات میں کوئی اور عوامی تحریک برپا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں اس بات کو ماننے کے لیے تیار ہوں کہ 1924ء کے بعد اسلامی نظام والا معاملہ بالکل ختم ہو گیا تھا۔ لیکن اس واقعہ کے فوراً بعد 1930ء میں علامہ اقبالؒ کا خطبہ الٰہ آباد آ گیا تھا اور 1940ء میں تحریک پاکستان کا

یہ بات باعث شرم ہے کہ طیب اردگان نے مصری صدر محمد مرسی کو بھی مشورہ دیا ہے کہ مصر میں سیکولر نظام کو ہی برقرار رکھا جائے

آغاز بھی ہو گیا تھا۔ یعنی 1923ء کے فوراً بعد دوبارہ سے اسلامی تحریک کا آغاز ہو گیا تھا۔ پاکستان کا مطلب کیا ''لا الہ الا اللہ'' کا نعرہ لگنا شروع ہو گیا تھا۔ یعنی ایک ایسے ملک کا قیام جس کی بنیاد کلمہ پر قائم ہو۔ خوش قسمتی سے یہ تحریک اس حد تک کامیاب ہو گئی تھی کہ قرارداد مقاصد بھی پاس ہو گئی جس کا حاصل یہ تھا کہ ہم نے اس ملک کو اسلامی نظام کی پٹڑی پر چلانا ہے۔ پھر یہ کہ 1951ء میں تمام مکاتب فکر کے 31 علماء نے وہ نکات بھی مرتب کر لیے تھے جس کے تحت اسلام ایک ضابطہ حیات کے طور پر ہماری زندگیوں میں آنا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے بعد میں آنے والے حکمرانوں کی بد دیانتی کی وجہ سے اس تحریک کو ختم ہونا پڑا۔ لہٰذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ تحریک بالکل نہیں چلی تھی۔ یقیناً وہ تحریک چلی تھی لیکن بعد میں آنے والے لوگوں نے اُس تحریک کو سبوتاژ کر کے رکھ دیا تھا۔ لا الہ الا اللہ کی وہ تحریک جو مردہ ہو چکی ہے اُسے دوبارہ زندہ کرنے کا عزم تنظیم اسلامی کا عین ہدف ہے۔ لہٰذا جب وہ تحریک دوبارہ زندہ ہوگی تو پھر پاکستان میں اسلام بحیثیت نظام نافذ ہوگا۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام کو سب سے پہلے دین کی جانب راغب کیا جائے اور انھیں حقیقی معنوں میں مسلمان بنایا جائے، اسلام اُن کی انفرادی زندگیوں میں لایا جائے۔ کیونکہ جب لوگ صحیح معنوں اسلام پر کاربند ہوں گے تو پھر ہی باہر بھی نکلیں گے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جدوجہد بھی کریں گے۔

سوال: 2003ء کے انتخابات میں ایم ایم اے کے نام سے دینی جماعتوں کے اتحاد میں تنظیم اسلامی، جماعۃ الدعوۃ اور تبلیغی جماعت وغیرہ شامل نہیں تھیں۔ آپ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ آنے والے انتخابات میں تمام دینی جماعتیں مل کر اپنا ایک گرینڈ الائنس بنا لیں تو کیا ملک میں اسلامائزیشن کے لیے پیش رفت ہو سکتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جن تین جماعتوں کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ پہلے بھی انتخابی جماعتیں نہیں تھیں اور اب بھی نہیں ہیں اگرچہ ایم ایم اے کو صوبائی اور قومی اسمبلی میں کچھ سیٹیں مل گئی تھیں۔ اگر ایم ایم اے کے گرینڈ الائنس میں اضافہ ہو جاتا ہے تو اس سے صرف ایم ایم اے کی سیٹوں میں اضافہ ہوگا، کیونکہ عوام کا ذہن دینی نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں تو ووٹ ملازمت دلانے کے لالچ میں بھی دے دیئے جاتے ہیں۔ جب عوام کا یہ معیار ہو تو آپ خود اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیا نتائج برآمد ہوں گے۔ جہاں تک گرینڈ الائنس کی بات ہے تو یہ ایک خواب ہے جو اللہ کرے کہ جلد از جلد شرمندۂ تعبیر ہو۔ لیکن جب تک ہمارے ملک میں مسلکی اور گروہی اختلافات رہیں گے تب تک یہاں گرینڈ الائنس کا قیام ناممکن ہے، کیونکہ زبردستی کے اتحاد دیرپا ثابت نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ ان میں شامل جماعتیں ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوتی ہیں۔ جیسے آج کل مولانا فضل الرحمٰن اور سید منور حسن ایک دوسرے کے خلاف بیانات دے رہے ہیں۔ درحقیقت انتخابات کا مقصد اقتدار حاصل کرنا ہے۔ لہٰذا جتنا گرینڈ الائنس ہوگا اتنا ہی گرینڈ اختلاف بھی ہوگا۔

سوال: پاکستان میں اسلامائزیشن اور دینی جماعتوں کے لیے آپ نے جو لائحہ عمل بیان کیا ہے اُسے آج تک کسی بڑی دینی جماعت یا دینی جماعتوں کے اتحاد کی طرف سے پذیرائی کیوں نہیں مل سکی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ صرف دس سال کے لیے اس طرز عمل کو اپنا لیا جائے۔ اگر

اس کے بہت اچھے نتائج برآمد ہوں تو اُسے جاری رکھا جا سکتا ہے۔ یقیناً اسی طرح موجودہ امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید نے کچھ دن پہلے سینئر کالم نگاروں کے اعزاز میں دیئے گئے عشائیہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر کوئی بڑی دینی جماعت اس نظریہ پر عمل کرتے ہوئے پاکستان میں اسلام نافذ کرنے کی جدوجہد کرتی ہے تو ہم اس کے ورکرز کے طور پر کام کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ کے خیال میں کوئی بڑی دینی جماعت آپ کے تجویز کردہ طریق کو اختیار کیوں نہیں کر رہی؟

ایوب بیگ مرزا: اس حوالے سے ہمیں کافی مایوسی ہوئی ہے۔ اگر آپ کامیابی کا یہ معیار رکھتے ہیں کہ لوگوں کی کثرت سے ہم کامیاب ہو سکتے ہیں تو یہ بات درست نہیں ہے۔ نہ تو یہ کامیابی کا معیار ہے اور نہ ہی حق کے راستے کا فیصلہ اس بات سے ہوتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ آپؐ کا اسوہ حسنہ اپنا کر ہم لوگ دُنیا وآخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں تو کیا اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد کا طریقہ ہم آپ ﷺ کی سیرت سے اخذ نہیں کر سکتے کہ نبی کریم ﷺ دنیا میں اسلام کیسے لے کر آئے تھے؟ آپؐ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی جانب سے دیئے گئے نظریے کا پرچار کیا، پھر آپ ﷺ دعوت وتبلیغ کے ذریعے لوگوں کو اس نظریے پر لے کر آئے، لوگوں کی تربیت وتزکیہ کیا، انھیں حقیقی معنوں میں مسلمان بنایا۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کی زندگیوں میں ایسا انقلاب برپا کیا کہ وہ لوگ بھی جو اُس برے معاشرے میں بھی انتہائی بُرے تصور کیے جاتے تھے انتہائی پارسا اور پرہیزگار بن گئے۔ لہٰذا ہمیں وہی دینی منہج اختیار کرنا ہوگا جسے نبی پاک ﷺ نے خود اختیار کیا تھا۔ ہمیں دُنیا کے ہر معاملے میں آپؐ کی ہی رہنمائی اختیار کرنی ہوگی۔ آپ ﷺ نے لوگوں کی کیسے تربیت کی، مکہ کی زندگی میں کیسے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا اور ساتھیوں کے ہاتھ بندھے رکھے، پھر مدینہ ہجرت کی اور ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے کیسے ہاتھ کھول دیئے اور کفار سے جہاد کیا۔ اِن تمام مراحل کو اگر آپ پیش نظر رکھیں گے تو یہی مراحل آپ کو نہ صرف تبلیغ کے حوالے سے بھی کارآمد ثابت ہوں گے بلکہ لوگوں کی تربیت اور اسلامی انقلاب کے حوالے سے بھی مفید ثابت ہوں گے۔

سوال: آپ کی تجویز درحقیقت ایک (Long Term Process) کا حصہ ہے۔ ہماری ایک مذہبی جماعت اس پر عمل پیرا بھی ہے، لیکن وہ گزشتہ آٹھ دہائیوں سے ملکی دوڑ ہی سے نہیں نکل سکی، جبکہ دوسری طرف ہم ایک Short Term Process بھی دیکھتے ہیں، جس میں ایک خود ساختہ جلاوطن مذہبی لیڈر جو بیرون ملک کافی عرصہ گزارنے کے بعد پاکستان واپس آئے ہیں، یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ ''سیاست نہیں، ریاست بچاؤ''۔ آپ کے خیال میں کیا ''سیاست نہیں، ریاست بچاؤ'' سے ریاست پاکستان محفوظ ہو جائے گی۔ ایک طرف اتنا Long Term Process ہے جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا ہے، جبکہ دوسری طرف اتنا Short Term Process ہے کہ ان کے آنے سے ملک میں خوشحالی اور ہریالی کا دور ہوگا۔ یہ بتائیے کہ اتنا بڑا فرق کیوں؟

> جمہوریت کے ذریعے کہیں بھی اسلامی یا غیر اسلامی انقلاب نہیں آ سکتا۔ خود جمہوریت بھی اپنے نفاذ کے لیے انقلاب کی ہی محتاج رہی ہے۔ 1780ء کے انقلاب فرانس کے ذریعہ ہی دُنیا میں جمہوریت نے جنم لیا تھا

ایوب بیگ مرزا: ہم نے کبھی یہ نہیں کہا ہے کہ ہمارا اصل ہدف اسلامی انقلاب ہے۔ اسلامی انقلاب ہمارے اصل ہدف کا ایک ذریعہ ضرور ہے۔ ہمارا اصل ہدف درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ دین کا کام وہی ہے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے، خواہ آپ کروڑوں روپے لوگوں میں تقسیم کریں یا دن رات نیک کام کریں، لیکن اگر اس سب کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں ہے تو آپ سمجھیں کہ آپ نے اپنی ساری توانائیاں ضائع کیں۔ یہ پیغمبر اسلام کی بے مثال ہستی ہی تھی جنہوں نے 23 سال کے مختصر عرصہ میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ ہمارا کام اس اسلامی انقلاب کی جانب پیش رفت کرنا ہے ہو سکتا ہے کہ ہماری آنے والی نسل یا اُس سے اگلی نسل وہ اسلامی نظام قائم کر سکے۔ کیونکہ کسی دوسرے راستے سے اسلام اس خطہ میں نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے بیرون ملک چند سال گزار کر آنے والے دینی رہنما کی بات کی ہے کہ وہ آ کر ایک ہی دن میں اسلامی انقلاب برپا کر دیں گے تو میری نظر میں یہ شعبدہ بازی ہے۔ تنظیم اسلامی 1975ء میں قائم ہوئی تھی اور اب اُسے اس مشن پر کام کرتے ہوئے تقریباً 37 سال ہو گئے ہیں۔ اس موقع پر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا ہے۔ ہمارے ایک مرحوم سیاست دان نے ایک دن بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے کہا تھا کہ انقلاب سے پہلے اگر لوگ فوج در فوج آپ کی تنظیم میں شامل ہونا شروع ہو گئے تو آپ یہ سمجھ لیں کہ آپ نے اپنی پٹڑی بدل لی ہے۔ اس حوالے سے میں یہی کہوں گا کہ خواہ ہمیں آہستہ آہستہ ہی چلنا پڑے لیکن ہمیں پٹڑی نہیں بدلنی چاہیے۔ یعنی جلد بازی میں ہم سے کوئی ایسا فیصلہ یا عمل سرزد نہ ہو جائے جو اُس راستے پر نہ ہو جو نبی پاک ﷺ کا راستہ ہے۔ ہم کہیں خدانخواستہ اس راستے سے منحرف نہ ہو جائیں۔ لہٰذا ہم آپ ﷺ کے طریقہ کار پر چل کر ہی انقلاب لا سکتے ہیں۔ جن دینی رہنما کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ پہلے انتخابات کو تین طلاقیں دے کر دوبارہ سے انتخابات میں حصہ لے چکے ہیں۔ اب وہ اس ریاست کو بچانے کے لیے آ رہے ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ انتخابی نظام بدلنے کے لیے آ رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کون سا نیا انتخابی نظام لے کر آئیں گے۔ یہ بات پتھر پر لکیر ہے کہ اسلام صحیح معنوں میں تبھی آ سکے گا جب نبی پاک ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کار پر ہم چلیں گے اور اس کے لیے سب سے پہلے لوگوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بننا پڑے گا۔

[مرتب: وسیم احمد، محمد بدرالرحمٰن]

☆☆☆

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم کورنگی غربی میں سعید الرحمٰن بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم کورنگی غربی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 6 دسمبر 2012ء میں مشورہ کے بعد جناب سعید الرحمٰن کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم بہاولپور میں ذوالفقار علی کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم بہاولپور میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 20 دسمبر 2012ء میں مشورہ کے بعد جناب ذوالفقار علی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (II)

فرقان دانش

(گزشتہ سے پیوستہ)

5 ہجری میں مشرکین نے ایک بڑا لشکر جمع کیا اور مدینہ پر حملہ کی تیاری شروع کی۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو سلمان فارسی ؓ نے جو ایران کے جنگی طریقوں سے واقف تھے مشورہ دیا کہ چونکہ دشمن کے مقابلے میں ہماری تعداد تھوڑی ہے، اس لیے کھلے میدان میں لڑنے کی بجائے مدینہ کے چاروں طرف خندق کھود کر شہر کو محفوظ کر دیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے اِس تجویز کو پسند فرمایا۔ چنانچہ آپؐ کے ہمراہ تین ہزار صحابہؓ کی پندرہ دن کی محنت شاقہ کے بعد پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق تیار ہوگئی۔ اِسی لیے اس جنگ کو غزوۂ احزاب (لشکروں کی جمع) کے ساتھ ساتھ غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔ اس خندق کی تیاری کے وقت انصار اور مہاجر صحابہؓ میں سے ہر ایک کا کہنا تھا کہ سلمان ؓ ان کے ساتھ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پر فرمایا: "سَلْمَانُ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ" "سلمان میرے اہل بیت میں سے ہیں۔"

مشرکین اس ارادے سے آئے تھے کہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے، لیکن وہ اس خندق کی بدولت مدینہ تک نہ پہنچ سکے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے غیب سے مدد فرمائی اور ایسے اسباب پیدا کر دیے کہ مشرکین 27 دن کے بعد محاصرہ اٹھا کر واپس جانے پر مجبور ہوگئے۔ غزوۂ احزاب کے بعد حضرت سلمان ؓ نے ہر غزوہ میں شرکت کی۔ اُن کا شوق جہاد اور حبِ رسول ﷺ دیکھ کر ایک مرتبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "جنت تین آدمیوں کا اشتیاق رکھتی ہے، علی، عمار اور سلمان (رضی اللہ عنہم) کا۔"

نبی اکرم ﷺ نے آپؓ کو ابو عبداللہ کی کنیت اور سلمان الخیر کا لقب عنایت فرمایا۔ حضرت سلمان ؓ کی مقدور بھر کوشش ہوتی کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہیں۔ ان کے تقربِ خصوصی پر امہات المومنین کو بھی رشک آتا تھا۔ حضرت سلمان ؓ کے علم و فضل کا اندازہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد مبارک سے لگایا جا سکتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "سلمان ؓ علم سے لبریز ہے۔" ایک اور موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: "سلمان ؓ کو اول (یعنی انجیل وتورات) اور آخر (یعنی قرآن حکیم) کا علم دیا گیا ہے اور وہ ایک ایسا دریا ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔"

حضرت سلمان ؓ نے ساری عمر فقیرانہ وضع سے گزار دی، یہاں تک کہ جب آپؓ نکاح کے بعد بیوی کے پاس گئے تو وہاں قیمتی سامان دیکھا۔ پوچھا یہ سامان کیسا ہے؟ بتایا گیا یہ آپؓ اور آپ کی بیوی کا ہے۔ فرمایا میرے آقا کا فرمان ہے: "دنیا میں تمہارے پاس محض اتنا سامان ہونا چاہیے، جتنا کسی مسافر کے پاس ضرورت کے لئے ہوتا ہے۔" مجھے اس سامان کی ضرورت نہیں۔ ایک بار حضرت سلمان ؓ حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس گئے تو انہوں نے ازراہ تکریم اپنی پشت کا تکیہ حضرت سلمان ؓ کو پیش کیا۔ حضرت سلمان ؓ نے حضرت عمر ؓ کو دعا دی اور یہ واقعہ سنایا جو مستدرک حاکم میں آیا ہے: حضرت سلمان ؓ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے وہ تکیہ سلمان ؓ کو عنایت کیا جس سے آپؐ خود ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اے سلمانؓ اگر کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو ازراہِ تعظیم اپنا تکیہ پیش کر دے تو اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا۔"

سرورِ کائنات ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دورِ خلافت میں سلمان ؓ نے مدینہ میں قیام کیا جبکہ حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت میں انہوں نے عراق کی سکونت اختیار کر لی۔ نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت سلمان ؓ نے کئی معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ ایران پر لشکر کشی کے وقت بھی وہ اس معرکہ میں شریک تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے آپؓ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا اور تقریباً پانچ ہزار درھم تنخواہ مقرر کی۔ حضرت سلمان ؓ یہ رقم لے کر ساری مساکین میں تقسیم کر دیتے اور خود چٹائی بُن کر جو پیسے ملتے اس کا بھی ایک تہائی خیرات کر دیتے اور باقی پر گزر اوقات کرتے۔ معمولی لباس پہنتے اور گدھے پر سواری کرتے۔ لوگ انہیں دیکھ کر مذاق اڑاتے تو کہتے: "جتنا جی چاہے ہنس لو، اصل حقیقت کا اندازہ اس زندگی کے بعد ہو جائے گا"۔ ان کے پاس اونٹ کے بالوں کا ایک بوسیدہ کمبل تھا۔ دن کے وقت اسے بدن پر ڈال لیتے اور رات کو سوتے وقت اوڑھ لیتے۔

ایک دن مدائن کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے انہیں مزدور سمجھ کر اپنا سامان اٹھانے کے لیے کہا۔ راستے میں لوگوں نے دیکھا تو کہا "اے امیر، آپ نے یہ بوجھ کیوں اٹھا رکھا ہے، لائیے ہم اسے پہنچا دیں۔" سامان کا مالک یہ جان کر کہ آپؓ مدائن کے گورنر ہیں، سٹپٹا گیا۔ شرمندہ ہو کر سامان اتروانا چاہا تو حضرت سلمان ؓ نے فرمایا: "بھائی اب میں اسے منزل مقصود پر پہنچا کر ہی دم لوں گا۔"

ایک بار کوئی شخص آپؓ کے گھر گیا تو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ رہے ہیں۔ پوچھا: خادم کہاں ہے؟ حضرت سلمان ؓ نے جواب دیا "کسی کام سے بھیجا ہے مناسب نہیں کہ دو کاموں کا بوجھ اس پر ڈالوں۔"

کسی شخص نے حضرت سلمان ؓ کو گالیاں دیں، آپؓ نے فرمایا: "بھائی اگر قیامت کے دن میرے گناہوں کا پلڑا بھاری ہوا تو جو کچھ تو نے کہا ہے میں اس سے بھی بدتر ہوں۔ اگر میرے گناہ کم ہوئے تو تیری بات سے مجھے کیا ڈر ہے۔"

ایک بار لوگوں نے چاہا کہ آپؓ کے لیے مکان تعمیر کر دیں تو حضرت سلمان ؓ نے انکار کر دیا۔ مسلسل اصرار پر فرمایا: اگر مکان بنانا ہے تو ایسا ہو کہ لیٹوں تو پیر دیوار سے لگیں اور کھڑا ہوں تو سر چھت سے مل جائے۔" بہر حال آپؓ نے بمشکل ایک چھوٹی سی جھونپڑی کی تیاری پر رضامندی ظاہر کی۔

حضرت سلمان ؓ کو نبی اکرم ﷺ کے فرمان کی رُو سے چونکہ اہل بیت سے نسبت حاصل تھی اس لیے آپؓ صدقہ سے سخت پرہیز فرماتے تھے۔

حضرت سلمان ؓ خوف آخرت سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ ایک دفعہ اکابر قریش کسی جگہ جمع تھے اور اپنے اپنے فضائل بیان کر رہے تھے۔ حضرت سلمان ؓ سے کہا گیا کہ آپؓ بھی اپنے بارے میں کچھ بیان کریں۔ انہوں نے فرمایا: میرا آغاز نجس پانی سے ہوا اور انجام یہ ہوگا کہ ایک دن یہ جسم بدبودار لاش کی صورت اختیار کر لے گا۔ اسی طرح آخرت میں سرخرو ہوا تو اللہ کا کرم اور فضل ہوگا۔ ورنہ دائمی

ذلت اور عذاب مقدر ہوگا۔ پھر میں کس بات پر فخر کروں۔‘‘

حضرت سلمان فارسی ؓ نے 35 ہجری میں حضرت عثمان ؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ آپؓ کی عمر کے بارے میں 80 سال، 150 سال اور 250 سال کی روایات ملتی ہیں۔ (واللہ اعلم) وفات کے وقت گھر کے کل سامان کی قیمت بیس یا بائیس درھم سے زیادہ نہ تھی۔ اس سامان میں ایک بڑا پیالہ، ایک بوسیدہ کمبل اور ایک تسلہ شامل تھا، جبکہ تکیے کی جگہ دو اینٹیں استعمال فرماتے تھے۔

وفات کے وقت حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ اور کئی اشخاص عیادت کے لیے موجود تھے۔ آپؓ نے انہیں یہ نصیحت کی: ’’ہر حال میں اللہ کو یاد رکھو اور کوشش کرو کہ حج یا جہاد کرتے یا قرآن پڑھتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کرو اور خیانت کی حالت میں نہ مرو۔‘‘ حضرت سلمان ؓ روایت حدیث میں بے حد احتیاط سے کام لیتے تھے۔ آپؓ سے صرف 60 احادیث مروی ہیں۔

☆☆☆

سوچ کی لہر

مذہبی جوش وجذبہ

شرجیل عالم

عید کے دو دن کے وقفے کے بعد جب اخبار پر نظر پڑتی ہے تو حسبِ توقع پہلے صفحہ پر یہ خبر موجود ہوتی ہے ’’ملک بھر میں عید الاضحیٰ مذہبی جوش و جذبہ کے ساتھ منائی گئی‘‘۔ یہ روایتی جملہ مجھے اکثر سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ آخر یہ مذہبی جوش و جذبہ ہے کیا، جو صرف ہمارے مذہبی تہواروں پر جلوہ افروز ہوتا ہے اور پھر اگلے مذہبی تہوار تک کے لئے نسیاً منسیا ہو جاتا ہے۔ اور پھر ہم اپنی مصروف معاشی، سماجی اور سیاسی زندگی میں گم ہو جاتے ہیں، جہاں مذہبی جوش و جذبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ سیاستدان عوام کو لوٹنے میں اور عوام ان کی لعنت ملامت کے پرانے کھیل میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اسلام کا ہماری زندگی سے کیا اتنا ہی تعلق ہے؟ کیا ہمارا اسلام صرف تہواروں کا اسلام بن کر نہیں رہ گیا؟ سوچنے کا مقام ہے!

اس قوم کا بلکہ بحیثیت مجموعی پوری مسلمان امت کا المیہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کو بقیہ مذاہب کی طرح ایک عام مذہب کا اسٹیٹس دے دیا ہے۔ وہ دین جو ہمارے کل نظامِ زندگی، یعنی انفرادی و اجتماعی زندگی کا مجموعہ ہے، جب ہم نے اسے مسجد، منبر اور مذہبی تہواروں تک محدود کر دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام صرف اسی جوش و جذبہ تک محدود ہو کر رہ گیا جس کی طرف سطورِ بالا میں اشارہ کیا ہے۔ اس جوش و جذبہ پر تو آگے چل کر بات کرتے ہیں لیکن ذرا غور کریں کہ آج ہمارے جتنے بھی مسائل ہیں، کرپشن ہو یا مہنگائی، لوڈشیڈنگ ہو یا قتل و غارت گری، چوری، ڈکیتی، لسانی فسادات یا اس جیسے اور مسائل جو اس وقت ہمارا مقدر ہیں ان کے پسِ پردہ صرف ایک وجہ ہے اور وہ ہے ہماری اللہ کے دین سے دوری۔ اسلام کو بحیثیت کل ماننے کی بجائے اپنی پسند کے مطابق ماننا! یہی وہ روش ہے جو سابقہ مسلمان امتوں نے اختیار کی اور قرآن نے اسی روش کی سزا سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 85 میں یہ بتائی ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں ذلت و رسوائی کا مزہ چکھاتا ہے اور آخرت میں شدید ترین عذاب ان کا منتظر ہوتا ہے۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ورنہ آخر کیا وجہ ہے کہ وہ امت جسے خالقِ کائنات خیرِ امت کا خطاب عطا فرمائے، وہ آج کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود نہ تین میں نہ تیرہ میں کے مصداق نہ دنیاوی اعتبار سے لائقِ تحسین و تقلید ہے اور نہ دینی لحاظ سے۔ جب تک اس امت نے قرآن کو تھامے رکھا اللہ نے اس کو عروج عطا کئے رکھا اور آج جب ہم نے قرآن کو صرف بخشوانے اور حلف اٹھوانے تک محدود کر کے اس کو اپنی سیاست، معیشت و معاشرت سے الگ کر دیا تو اللہ کا بھی قانونِ عدل اتنا ڈھیلا ڈھالا نہیں کہ مہجوری قرآن کے سبب ذلت و رسوائی ہمارا مقدر نہ ہو۔ اقبال تو عرصہ پہلے یہ بات بتا چلے تھے کہ۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

لیکن اب بھی ہمارے ملک کے مغرب زدہ اسکالرز اور دانشور ہمارے مسائل کا حل مغرب کے رنگ میں رنگنے کو گردانتے ہیں۔ ان کے نزدیک (نعوذ باللہ) جب تک ہم اجتماعی زندگی سے اسلام کا قلادہ اتار نہ پھینکیں ہماری ترقی محض خیال و محال ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ’خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں‘۔ ان لوگوں پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو اسلام کو ایک نظامِ حیات مانتے ہیں، اور قرآن کو اس امت کے تمام امراض کی دوا تسلیم کرتے ہیں میرا ان سے یہ سوال ہے کہ کیا آپ اور میں قرآن کو اپنی اجتماعی زندگی کے دھارے پر لانے کے لئے تیار ہیں؟ یا ہم بھی قرآن کی جزو پیروی اور روایتی مذہبی جوش و جذبہ تک اپنے اسلام کو محدود کر کے خوش ہیں!!!

آخر میں ذرا غور کریں کہ یہ مذہبی جوش و جذبہ کس بلا کا نام ہے۔ اس کو ڈھونڈنے کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں۔ میڈیا پر ہی عید کے دنوں اور ماقبل چلنے والی خبریں ملاحظہ کر لیجئے، انڈین گانوں کو پسِ پردہ چلا کر قربانی کے جانوروں کیٹ واک، ان کے ڈانس اور نمائش، منڈیوں پر جا کر خصوصی پروگرام، عید کی راتوں میں محافلِ موسیقی (اس قسم کے دیگر پروگرام تو ہوتے ہیں مگر افسوس در افسوس کہ کوئی پروگرام سنتِ ابراہیمیؑ کی یاد کو تازہ کرنے اور قربانی کی روح کو اجاگر کرنے کے لئے پیش نہیں کیا جاتا، الا ماشاء اللہ۔ یہ ہے وہ روایتی جوش و جذبہ جسے مذہب کے نام سے پیش کر کے باقی ماندہ اسلامی اقدار کو ختم کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس طرح کے ’’مذہبی جوش و جذبہ‘‘ کی بجائے اسلام کی روح کو سمجھ کر اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مغربی معاشرہ، مذہب دشمنی اور سول سوسائٹی کا تصور

طاہر سلیم مغل

کچھ عرصہ پہلے بظاہر رسول اللہ ﷺ کی پاک اور مبارک حیات پر انگلی اٹھانے کے لیے لیکن دراصل پوری یہودی اور امریکی قوم کے منہ پر گٹر کی گندگی ملنے کے لیے اسرائیلی نژاد امریکی یہودی ملعون سیم باسل نے رحمۃ للعالمین کی توہین پر مبنی ایک نفرت انگیز اور مکروہ فلم بنائی۔ اس فلم کو لکھا بھی اس یہودی نے اور اس کی ہدایت کاری بھی اس بے حیا نے خود کی' اور اُس کے لئے مالی تعاون بھی یہودیوں نے کیا۔ اِس سے یہ حقیقت مزید واضح ہوگئی ہے کہ یہودی ہمیشہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے دشمن رہے ہیں اور یہ خبیث اب بھی رسولوں کے اوّلین دشمن ہیں۔ مغربی میڈیا جو اپنی تہذیب کے چہرے پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا، اپنی تہذیب کا چہرہ خاک میں مل جانے کی وجہ سے کچھ برہم برہم سا نظر آیا۔ ان تک کبھی Tolarent نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ Profane نہ ہو۔ لہٰذا سول سوسائٹی لازماً Profane ہونی چاہیے۔ ''پروفین سوسائٹی'' کا مطلب ایک ایسا معاشرہ ہے جس میں کسی چیز کا کوئی تقدس باقی نہ رہے، کوئی بھی چیز مقدس نہ ہو۔ اسی لئے سول سوسائٹی مکمل انسانی آزادی کا تصور دیتی ہے۔ کلّی آزادی کے اس تصور کے مطابق سوسائٹی میں واحد مقدس شے انسان کی آزادی ہے، اس کے علاوہ کوئی چیز بھی مقدس نہیں ہے۔

ایسے معاشرے کا تصور دینے والے لوگ مغرب میں تین صدیوں کی محنت اور ''تبلیغ'' کے بعد ایسی سوسائٹی تشکیل دینے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اب یہ خبیث انبیا کرام علیہم السلام کو بھی گالیاں دیتے ہیں، ان پر

> سول سوسائٹی مکمل انسانی آزادی کا تصور دیتی ہے۔ کلّی آزادی کے اس تصور کے مطابق سوسائٹی میں واحد مقدس شے انسان کی آزادی ہے، اس کے علاوہ کچھ بھی مقدس نہیں ہے۔
>
> اگر ہم اپنے معاشرے کو اسلامی سوسائٹی نہیں بناتے تو یہ دشمن کی کوششوں سے سول سوسائٹی بن سکتا ہے

لوگوں کے اخلاقی دیوالیہ پن کا یہ عالم ہے کہ توہین رسالت پر مبنی ویڈیو بنانے کے اس مکروہ عمل پر انہیں کوئی شرمندگی ہوئی اور نہ انہوں نے کوئی معافی مانگی۔ یہ طرزِ عمل اُن کی اسلام دشمنی اور دورنگی کی بدترین مثال ہے۔

دوسرے مذاہب کے احترام کے حوالے سے امریکی اور مغربی میڈیا جس خباثت کا مظاہرہ کرتا ہے اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ امریکی معاشرہ دراصل ایک سول سوسائٹی ہے اور سول سوسائٹی کا جدِ امجد گیلنر (Galner) یہ کہہ گیا ہے کہ سول سوسائٹی ایک رواداز (Tolarent) اور متحمل سوسائٹی ہوتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ کوئی سوسائٹی اُس وقت تہمتیں لگاتے ہیں، اور ان کی پاک زندگی پر ناپاک فلمیں بناتے ہیں۔

ایسے شیطانی کرداروں اور نبیوں کی دشمن سوسائٹی کے خلاف اگر ہمیں جنگ لڑنی ہے تو اس جنگ کے اہداف میں پہلا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ جس طرح مغربی فلسفیوں نے تین سو سال کی جدوجہد اور تبلیغ کے بعد ایسا معاشرہ قائم کیا ہے' ہم بھی سخت محنت کرکے اپنے معاشرے کو ان بنیادوں پر استوار کریں جو ہمیں قرآن و سنت سے مہیا ہوتی ہیں' اور جن بنیادوں پر سرزمین حجاز میں محمد عربی ﷺ نے ایک آئیڈیل معاشرہ قائم کرکے دکھایا تھا۔ اس ہدف کے حصول کی جدوجہد پوری اُمت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ بحیثیت امت ہم مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ محمد عربی ﷺ کی تعلیمات پر مشتمل ایک خالص اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے جدوجہد کریں، جس کی سیاست، معیشت اور معاشرت نبوی تعلیمات پر استوار ہو۔

دوسرے یہ کہ کوئی شاتم رسول اگر گستاخی کرتا ہے اور ملکی یا عالمی قانون اس گستاخ رسول کو کیفر کردار تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ نہیں دیتا تو پھر دنیا کو جان لینا چاہیے کہ پھر بھی ہوگا کہ کوئی جاں نثار حرمت رسول کے لئے توہین رسالت کے مرتکب لعین سے بدلہ لینے کی ٹھان لے گا۔ اور جب تک وہ خبیث زندہ رہے گا موت کی تلوار اس کے سر پر لٹکتی رہے گی۔ وہ سسک سسک کر جیئے گا یا یہ پھر تلوار یکبارگی اس کے سر پر گرے گی اور اس کے ناپاک وجود سے اس دنیا کو پاک کر دے گی۔

اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد اور شاتمین رسالت کا ناطقہ بند کرنا یہ دونوں اہداف متوازی چلیں گے تو تب ہی بات بنے گی۔ صحیح تر بات یہ ہے کہ اگر اسلامی معاشرہ پوری قوت کے ساتھ وجود میں آ جائے تو شاتمین رسالت پیدا کرنے والی فیکٹریوں کا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔ لہٰذا کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کی جدوجہد کی جائے' وگرنہ یہ اندیشہ قوی تر ہوگا کہ ہمارا دشمن اپنے ہدف کے مطابق ہمارے معاشرے کو بھی سول سوسائٹی بنا دے۔ دوسرے الفاظ میں اگر ہم اپنے معاشرے کو اسلامی سوسائٹی نہ بنائیں گے تو یہ دشمن کی کوششوں سے سول سوسائٹی بن سکتا ہے جو جہنم کا راستہ ہے۔

☆☆☆

دعائے مغفرت کی اپیل

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے منفرد رفیق چودھری محمد شفیع کے والد وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حسابا یسیرا

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

حلقہ کراچی جنوبی کے زیرِ اہتمام ذمہ داران کا تربیتی اجتماع

18 نومبر 2012ء کو حلقہ کراچی جنوبی کے زیرِ اہتمام ذمہ داران کا تربیتی اجتماع صبح 9:00 بجے تا دوپہر 1:00 بجے قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز امیر حلقہ انجینئر نعمان اختر کے ابتدائی کلمات سے ہوا۔ انہوں نے رفقاء کو اجتماع میں خوش آمدید کہا، ان کی بروقت آمد پر شکریہ ادا کیا اور ساتھ ساتھ اجتماع کی غرض وغایت اور اجتماع کا شیڈول بھی رفقاء کے سامنے پیش کیا۔ اُنہوں نے ناظم تربیت حلقہ کراچی جنوبی ڈاکٹر محمد الیاس کو کارروائی آگے بڑھانے کی ہدایت کی۔ امیر حلقہ کے ابتدائی کلمات کے بعد حلقہ کے ناظم مکتبہ جناب عبدالرزاق کوڈواوی نے سورۂ توبہ کے چھٹے رکوع کے ذریعے تذکیر بالقرآن کی ذمہ داری سرانجام دی۔ انہوں نے "اللہ کی پکار پر لبیک کہو" کے موضوع پر مفصل درس دیا اور رفقاء کو سالانہ اجتماع میں شرکت کی ترغیب دلائی۔ جس سے شرکاء کے قلوب کو ایمانی جلا ملی۔ بعدازاں تذکیر بالحدیث کی سعادت امیر تنظیم بنوری ٹاؤن فیصل منظور نے حاصل کی۔ انہوں نے چند احادیث مبارکہ کی روشنی میں "دینی دعوت سے جی چرانے کا انجام" کے موضوع پر درس دیا۔ اس کے بعد شاہ فیصل تنظیم کے رفیق راشد حسین نے "اجتماعیت میں رحماء بینھم کی اہمیت" پر انتہائی پُر اثر گفتگو کی۔ انہوں نے ان صفات کو اختیار کرنے کی ترغیب دلائی جن سے رفقاء کے آپس میں تعلقات کو مضبوط بنایا جاسکتا ہے اور ساتھ ہی ان پہلوؤں کی طرف بھی توجہ دلائی جو اس تعلق کو کمزور کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ بعدازاں امیر مقامی تنظیم کورنگی شرقی انور علی نے مولانا مودودی کے ایک مضمون سے اقتباس پیش کیا، جس کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ ہماری تنظیم سے وابستگی علی وجہ البصیرت ہونی چاہیے نہ کہ جذباتی۔ اس کے بعد چائے اور باہمی تعارف کے لئے وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد مذاکرہ ہوا، جس کی ذمہ داری حلقہ کے ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس نے انجام دی۔ انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں رفقاء کے سامنے "اپنی ذمہ داری بہتر طریقے سے کیسے ادا کی جائے" کے موضوع پر مذاکرہ کروایا۔ امیر تنظیم اولڈ سٹی محمد رضوان نے بذریعہ حواشی تفہیم القرآن حضرت کعب بن مالک ؓ کا ایک واقعہ کا مطالعہ کروایا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ہر آن اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے اور اس بات کا خدشہ لگا رہے کہ ہم سے کوئی کام بھی ایسا نہ ہو جائے جو اللہ کی ناراضی کا سبب بنے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سالانہ اجتماع قریب ہے۔ ہمیں اس ضمن میں کسی بھی قسم کی سستی وکاہلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ پورے جوش وجذبہ کے ساتھ اجتماع میں شریک ہو کر اللہ کی رضا کے حصول اور امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب کی تقویت کا ذریعہ بننے کی کوشش کرنی ہے۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے اختتامی گفتگو کرتے ہوئے ذمہ داران کے اوصاف کی یاددہانی کروائی اور ان کو مستحضر رکھنے کی تلقین کی۔ انہوں نے جن اوصاف کا تذکرہ کیا ان میں سے چند یہ ہیں کہ (1) کسی بھی ذمہ داری کے ملنے پر ہمارے اندر یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ یہ ہمارا حق تھا یا یہ ہمارے لیے کوئی اعزاز ہے بلکہ ہمیشہ ایک بھاری ذمہ داری کا احساس دل میں اجاگر رہے۔ (2) کوتاہی امیر کی طرف سے ہو یا مامورین کی طرف سے اس سے نقصان اجتماعیت کو ہوگا۔ لہٰذا ہمیں خود تو کسی بھی قسم کی کوتاہی سے بچنا ہی ہے، ساتھ ساتھ ایسے رفقاء کی تربیت بھی کرنی ہے جن کی کوتاہی سے تنظیم کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ (3) اولاً ہم خود متقی بنیں اور پھر یہ صفات اپنے مامورین میں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ (4) ہم اپنا احتسابِ نفس بھی ضرور کرتے رہیں کیونکہ شیطان اور نفس امارہ کی بھرپور کوشش ہے کہ ہم اپنی سب سے بڑی پونجی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ (5) ہر کام سے پہلے نیتوں کو اچھی طرح ٹٹول لیں کہ اس سے ہمارا مقصد اللہ کی رضا ہے یا کچھ اور۔ (6) نرمی کو مزاج کا حصہ بنائیں، عفو و درگزر، صبر و تحمل اور تواضع اختیار کریں۔ (7) دعاؤں کا لازماً اہتمام کرتے رہیں کہ اللہ ہمیں متقین کا امام بنائے۔ ان اوصاف کے بعد انہوں نے سالانہ اجتماع کی اہمیت اور اس میں رفقاء کو شرکت کی ترغیب دلائی۔ انہوں نے ندائے خلافت 2009 کے شمارہ نمبر 43 سے رفقاء تنظیم کے نام کے عنوان سے ایوب بیگ مرزا صاحب کا اداریہ بذریعہ ملٹی میڈیا پڑھ کر سنایا اور کہا کہ ہمیں سالانہ اجتماع کے موقع پر مثالی نظم وضبط کا مظاہرہ کرنا ہے۔ امیر حلقہ کی دعا پر یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اس اجتماع میں 95 رفقاء نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور خدمت دین کے لئے مزید ہمت وحوصلہ عطا فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: محمد سہیل)

حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے زیرِ اہتمام امراء نقباء کا سہ روزہ مشاورتی اجتماع

حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے امراء نقباء کا مشاورتی اجتماع پشاور میں منعقد ہوا، جس میں بعض ملتزم رفقاء بھی شامل ہوئے۔ پروگرام کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ اجتماع کا آغاز بعد نماز عصر ہوا۔ معاون شعبہ دعوت وتربیت اشفاق ندیم نے ذمہ داران کے اوصاف بیان کئے۔ بعد از نماز مغرب ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی نے ''ہماری دعوت کو درپیش ممکنہ اشکالات اور ان کا حل'' پر سیر حاصل مشاورت و مذاکرہ کرایا۔ انہوں نے کہا کہ نہ تو یہ وقت عین سیاسی غلبہ (بذریعہ الیکشن) کے لئے سازگار ہے اور نہ عین قتال (بذریعہ ہتھیار) ہی کے لئے۔ ہمارے پیش نظر اقدام کے لئے مقدم شے ''ایمان کی پختگی'' ہے اور یہی ہمارا ہتھیار ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایسی ہی مشاورت اُسروں کی سطح پر کی جائے اور رفقاء کے اشکالات دور کئے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ انفاق کرنا ہر رفیق کی ذمہ داری ہے۔ دوسرے روز قبل از نماز فجر انفرادی نوافل کے بعد مرکزی ناظم تربیت کے معاون اشفاق ندیم نے دُعائے استخارہ یاد کروائی۔ نماز فجر کے بعد ڈاکٹر محمد مقصود نے سورۃ الفتح کی آخری دو آیات کا درس دیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ راتوں کی عبادت کے آثار چہرہ پر نمایاں ہوتے ہیں۔ ناشتا کے بعد جناب اظہر بختیار خلجی نے دوبارہ مجلس کا آغاز کیا اور ''نقباء اپنے فرائض کیسے ادا کریں'' سے متعلق ہدایات دیں۔ انہوں نے کہا کہ انفاق کرنا ہر فرد کی ضرورت ہے، تا کہ اس کا رابطہ اللہ سے استوار رہے۔ انفاق اگرچہ قلیل ہی کیوں نہ ہو ہر ماہ الگ سے کیا جائے، تا کہ فرد کو اللہ سے جڑنے کا بار بار موقع ملے۔ انفاق کے موانع ''نسیان اور حجاب'' کو دور کرنے کی ذمہ داری نقیب کی ہے۔ چائے کے وقفہ کے بعد انہوں نے تنظیم میں مشاورت وتنقید کے آداب پر گفتگو کی، حالات حاضرہ پر تنظیم اسلامی کا موقف بیان کیا، اور رفقاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔ ظہرانہ اور وقفہ نماز عصر کے بعد ناظم حلقہ خورشید انجم نے انفرادی دعوت کے نظام میں نقیب اُسرہ اور مقامی امیر کی ذمہ داریاں یاد دلائیں۔ نماز مغرب کے بعد ''رفقاء کے تربیتی اہداف اور نقباء کا کردار'' کے عنوان پر ہدایات دی گئیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ نقیب اُسرہ اپنے رفقاء سے ان کے احباب کی فہرست حاصل کریں اور اُسرہ میٹنگ میں اُن کی پیش رفت کا باقاعدہ جائزہ لیں کہ وہ کس سطح پر ہیں۔ اس کے بعد فہم دین نشست کے لئے احباب نامزد کریں۔

تیسرے دن صبح کے معمولات اور نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوا۔ یہ درس ڈاکٹر عبد السمیع نے دیا جو فیصل آباد سے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے سورۃ آل عمران کی آیات 132 تا 136 کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہر عبادت کے کچھ دنیوی فوائد ہیں اور کچھ اُخروی۔ اگر اخلاص نہ ہو تو دنیاوی فوائد تو مل ہی جائیں گے لیکن اُخروی نہیں، جبکہ انسان کی فلاح اسی میں ہے کہ یوم آخرت اُسے ''غُفِرَ'' (بخش دیا گیا) کا مژدہ سنا دیا جائے۔ ناشتا کے بعد ڈاکٹر صاحب نے پھر سٹیج سنبھال لیا اور مسلسل کئی لیکچر دیئے، جن میں نظم کے تقاضے، اعتصام باللہ، قرارداد تاسیس، گھر کا نقیب اور علماء کرام اور دیگر جماعتوں کے بارے میں تنظیم کا موقف جیسے عنوانات شامل تھے۔ انہوں نے وائٹ بورڈ پر نہایت خوبصورت انداز میں بیعت مسنونہ کے الفاظ تحریر کئے اور کہا کہ یہ بیعت عقبہ ثانیہ کے الفاظ ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے اُن 12 نقباء سے اطاعت کے لئے لی تھی جو مدینہ سے آنے والے مسلمانوں کے لئے آپ ﷺ نے مقرر فرمائے تھے۔ ڈاکٹر صاحب چھوٹے چھوٹے سوالات کرتے اور شرکاء کو سوچنے پر مجبور کرتے اور جو جوابات آتے، ان کی تصحیح کرتے جاتے۔ امیر اور نقیب کے کردار

کے ضمن میں انہوں نے کہا کہ نقباء کو عزت واحترام اور جاں نثاری خود کمانی چاہیے۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ بھی سخت دل ہوتے تو لوگ آپؐ کے گرد سے چھٹ جاتے۔ قرار دادِ تاسیس کے مطالعہ کے دوران انہوں نے وضاحت کی کہ تنظیم کس انداز سے اپنے مقرر کردہ اہداف کو حاصل کرنے کی سعی میں مصروف ہے۔ ''گھر کے نقیب'' کی بحث میں انہوں نے یہ باور کرایا کہ گھر کے ہر فرد کو اس کا مقام دیا جائے اور ہر ایک سے اس کی ذہنی سطح کے مطابق سلوک کیا جائے۔ خاص طور پر حقوق الوالدین سمجھنے کی حتی الوسع کوشش کی جائے۔ ''اعتصام باللہ'' کے ضمن میں انہوں نے کہا کہ اللہ سے تعلق جوڑنے کے لئے ذکر اللہ، دعا، استغفار اور تعوذ سے مدد لینی چاہیے۔ بحیثیت مجموعی یہ پروگرام بہت مفید رہا۔ شرکاء کو سیکھنے سکھانے، اعتماد بڑھانے اور باہمی تعلق وسیع کرنے کا موقع میسر آیا۔ نماز ظہر اور ظہرانے کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی دینی ذمہ داریوں سے احسن طور پر عہدہ برا ہونے کی توفیق دے۔ (آمین) (مرتب: محمد سجاد یوسف)

حلقہ کراچی شمالی کے ذمہ داران کا خصوصی اجتماع

حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام 8 دسمبر 2012ء کو قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں حلقہ اور مقامی تناظیم کے ذمہ داران کا خصوصی اجتماع منعقد ہوا۔ میزبانی کے فرائض حلقہ کے ناظم تربیت اویس پاشا قرنی نے انجام دیے۔ پروگرام کا آغاز رات ساڑھے نو بجے تلاوت قرآن سے کیا گیا۔ حافظ اسامہ علی نے سورۃ الجمعہ کی تلاوت کی۔ اس کے بعد جناب اویس پاشا قرنی نے "تنظیم کا نظام تربیت: اہمیت، اہداف اور طریقۂ کار" کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرد اور جماعت کے اہداف کے حصول کے لئے تربیت کی اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن حکیم آلہ انقلاب ہونے کے ساتھ ساتھ آلہ تزکیہ نفوس بھی ہے۔ اپنی گفتگو کے اختتام پر انہوں نے تنظیم کی تربیتی سطحوں، رفقاء تنظیم کی درجہ بندی اور دستیاب تربیتی ذرائع کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ رفقاء کو مختلف اجتماعات میں اپنی شرکت کو یقینی بنانے پر زور دیا۔ ناظم مالیات محبوب موسیٰ نے اپنے خطاب میں قرآن وحدیث کی روشنی میں انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو واضح کیا اور تنظیم اسلامی کے نظام مالیات کے چیدہ چیدہ نکات بیان کئے۔ اس کے بعد آرام کا وقفہ کیا گیا۔ اگلی صبح نماز فجر سے پہلے اویس پاشا قرنی نے وضو و غسل کے فرائض وواجبات بیان کئے۔ نماز فجر 6:10 منٹ پر ادا کی گئی۔

نماز اور ناشتہ کے بعد 8 بجے عامر خان نے "تنظیم کا نظام دعوت: اہمیت، اہداف اور طریقۂ کار" کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں دعوت الی اللہ کی فرضیت واہمیت کو واضح کیا۔ بعدازاں تنظیم اسلامی کے نظام دعوت کے مختلف مراحل پر مذاکرہ کے انداز میں روشنی ڈالی، نیز اس کے عملی پہلو اجاگر کئے۔ آخر میں عمر بن عبدالعزیز معتمد حلقہ نے تنظیمی پروگراموں کی رپورٹنگ کی اہمیت وتفصیلات سے آگاہ کیا۔ امیر حلقہ کراچی شمالی شجاع الدین شیخ نے تمام ذمہ داران کا خصوصی اجتماع میں شرکت پر شکریہ ادا کیا۔

ساڑھے نو بجے تک حلقہ کراچی شمالی کے تمام رفقاء واحباب بھی قرآن اکیڈمی یٰسین آباد آچکے تھے، جن سے امیر حلقہ کراچی نے گفتگو کرتے ہوئے انہیں سالانہ اجتماع کے ملتوی کئے جانے کے پس منظر سے آگاہ کیا اور نئے عزم کے ساتھ 13-14-15 جنوری کو منعقدہ سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے ترغیب دلائی۔ اس کے بعد امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ نے ٹیلی فونک خطاب کیا اور حاضرین کو سالانہ اجتماع کے حوالے سے پیش آنے والے معاملات اور ان کے نتیجے میں سالانہ اجتماع کی تاریخ میں کی جانے والی تبدیلی کے دوسرے محرکات سے آگاہ کیا۔ اپنے مختصر خطاب میں امیر محترم نے رفقاء واحباب کو صبر واستقامت کے ساتھ اپنے موقف پر ڈٹے رہنے اور نئے جوش ولولہ کے ساتھ سالانہ اجتماع کی تیاریوں کے سلسلے میں اپنا تن، من اور دھن لگانے کی ترغیب وتحریک دلائی۔ اجتماع کے اختتام سے قبل امیر حلقہ کراچی شمالی شجاع الدین شیخ نے حاضرین اجتماع سے اختتامی گفتگو کرتے ہوئے رفقاء کی حاضری کو سراہا اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے ان پر دین کی طرف سے عائد ہونے والے فرائض کو پورا کرنے کے سلسلے میں انفرادی اہداف مقرر کرنے اور ان اہداف کو حاصل کرنے کی سعی ایک نئے عزم کے ساتھ کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اختتام پر رفقاء کو اپنے مقامی امراء سے ملاقات کی ہدایت کی۔ مسنون دعا پر یہ تربیتی اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب کردہ: وقاص مبین خان)

تنظیم اسلامی جاتلاں حلقہ گوجر خاں کے زیر اہتمام تعارفی پروگرام

تنظیم اسلامی جاتلاں حلقہ گوجر خاں کے زیر اہتمام 16 دسمبر 2012ء کو جی دارالسلام میں تنظیم اسلامی کے تعارف کے حوالے سے ایک اجتماع منعقد ہوا۔ تنظیم کے بزرگ رفیق سید محمد آزاد نے تنظیم کا تعارف پیش کیا۔ انہوں نے نظام حیات کے تین انفرادی اور تین اجتماعی گوشوں کو بیان کیا، اور بعدازاں تنظیم اسلامی کے تاریخی پس منظر کی وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ خلافت راشدہ کے بعد بنوامیہ، بنوعباس کے ادوار میں خلافت بتدریج زوال پذیر ہوتی گئی۔ تاہم خلافت کا عظیم الشان قصر بالکل زمین بوس نہ ہوا۔ یہ افسوسناک سانحہ 1924ء میں اُس وقت پیش آیا جب مصطفیٰ کمال نے تنسیخ خلافت کا اعلان کردیا۔ برصغیر میں انقلابی فکر کی تجدید وتعمیل کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے واضح کیا کہ 1911-12ء میں ابوالکلام آزاد نے لوگوں کو الہلال اور البلاغ کے ذریعے قرآنی انقلاب کی دعوت دی۔ علامہ اقبال نے اپنے اشعار کے ذریعے مسلمانوں تک قرآنی پیغام پہنچا کر ان کی ڈوبتی ناؤ کو سہارا دینے کی کوشش کی۔ پھر اسی فکر پر سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے قرآنی انقلاب اور نفاذ اسلام کے لئے جماعت اسلامی قائم کی۔ مگر قیام پاکستان کے بعد جماعت اسلامی نے انتخابی سیاست کے ذریعے نفاذ اسلام کا فیصلہ کیا۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے جماعت کے طریق کار اور انقلابی لائحہ عمل سے انحراف کی وجہ سے اختلاف کرتے ہوئے جماعت سے علیحدگی اختیار کی۔ ڈاکٹر صاحب نے درس قرآن کے ذریعے قرآنی تحریک برپا کی۔ اس مقصد کے لئے انجمن خدام القرآن اور قرآن اکیڈمی قائم کی۔ بعدازاں 1975ء میں غلبہ اسلام کے لیے تنظیم اسلامی قائم کی، اور اسلامی انقلاب کے لئے مسنون انقلابی طریقے کو اپنایا۔ سید محمد آزاد کے بعد میاں فیاض اختر نے بانی تنظیم اسلامی کی دینی کاوشوں اور موجودہ امیر تنظیم حافظ عاکف سعید کا تعارف پیش کیا۔ ان کے بعد ناظم حلقہ پوٹھوہار نے فرائض دینی کا جامع تصور عام فہم پُرمغز اور دلچسپ انداز میں پیش کیا۔ حافظ عبدالمجید نے بیعت جہاد اور بیعت ارشاد کا فرق مدلل انداز میں سمجھایا۔ انہوں نے بیعت جہاد کے سلسلہ میں حضرت حسنؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، نفس زکیہ، اخوان المسلمون، تحریک شہیدین، مہدی سوڈانی اور سنوسی کی تحریکوں کی مثالیں دیں۔ انہوں نے کہا کہ اقامت دین کی جدوجہد جماعت کے بغیر ممکن نہیں، اور جماعت کی مسنون اساس بیعت ہے۔ پروفیسر عطاالرحمٰن نے رفقاء کے اوصاف دل نشیں انداز میں پیش کیے۔ دعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس کے بعد اجتماعی کھانا ہوا۔ اللہ تعالیٰ شرکاء کو اجر عظیم سے نوازے۔ (آمین) اس پروگرام میں 21 رفقاء اور 15 احباب شریک ہوئے۔ (رپورٹ: غلام سلطان)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

بانیٔ تنظیمِ اسلامی وداعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی چند فکر انگیز تصانیف

داعیٔ رجوع الی القرآن کا شہرہ آفاق دورۂ ترجمۃ القرآن
اب کتابی شکل میں بعنوان

بیان القرآن

حصہ اول: صفحات: 359، قیمت 450 روپے
حصہ دوم: صفحات: 321، قیمت 400 روپے
حصہ سوم: صفحات: 331، قیمت 400 روپے
حصہ چہارم: صفحات: 394، قیمت 450 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر کے
شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجیے

حقیقت واقسام شرک

قیمت اشاعت عام: 50 روپے، خاص: 90 روپے

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم

منہج انقلاب نبویؐ

مجلد: 400 روپے غیر مجلد: 200 روپے

بعثتِ انبیاء کا اساسی مقصد بعثتِ محمدیؐ
کی اتمامی وتکمیلی شان

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

اشاعت خاص: 40 روپے، عام: 30 روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟

دینی فرائض کا جامع تصور

اشاعت خاص 25 روپے، عام 15 روپے

ایمان کے لغوی اور شرعی معنی ایمان کا فلسفہ، ایمان وعمل کا باہمی تعلق
اپنے موضوع پر لاثانی تحقیق وفکری تصنیف

حقیقتِ ایمان

اشاعت خاص: 120 روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں

راہِ نجات

اشاعت خاص: 45 روپے عام: 30 روپے

قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اشاعت خاص 35 روپے، عام 20 روپے

اُمتِ مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل

اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت

مجلد 100 روپے، غیر مجلد 45 روپے

پاکستان اور ملت اسلامیہ کے حال اور مستقبل کے
تناظر میں لکھے گئے فکر انگیز اخباری کالموں کا مجموعہ

بصائر

صفحات: 130 قیمت: 65 روپے

تحریکِ پاکستان کا تاریخی وسیاسی پس منظر،
اسلامیانِ پاکستان کا تہذیبی وثقافتی پس منظر

اسلام اور پاکستان

اشاعت خاص: 60 روپے

برعظیم پاک وہند میں

اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید وتعمیل

اور اس سے انحراف کی راہیں

اعلیٰ ایڈیشن: 50 روپے

دعوتِ رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبولِ عام دستاویز
جس کا انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

اشاعتِ خاص: 45 روپے، عام: 25 روپے

سابقہ اور موجودہ

مسلمان اُمتوں کا ماضی، حال اور مستقبل

اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری

اشاعت خاص 100 روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ

اسلام میں عورت کا مقام

اشاعت خاص: 100 روپے، عام: 60 روپے

مفصل فہرست طلب کیجیے: مکتبہ خدام القرآن، 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر 3-042-35869501